خاندانِ نبوّت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جامع اور تحقیقی تذکارِ مبارکہ





ڈاکٹر سعید احمد سعیدی

حافظ محمد مدثر فاروق

صبح نور پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمیشہ، بار بار اور ہر جہاں میں رحم فرمانے والے اللہ کے نام کے ساتھ

خاندانِ نبوّت ﷺ

خاندانِ رسول کے جامع اور تحقیقی تذکارِ مبارکہ

ڈاکٹر سعید احمد سعیدی
ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

حافظ محمد مدثر فاروق
ریسرچ اسکالر، الادراک ریسرچ سنٹر، لاہور

صُبحِ نور پبلی کیشنز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	خاندانِ نبوّت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
مُصنّف	:	ڈاکٹر سعید احمد سعیدی ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور سرپرست الادراک ریسرچ سنٹر، لاہور
تحقیق وتخریج	:	حافظ محمّد مُدثّر فاروق ریسرچ اسکالر، الادراک ریسرچ سنٹر، لاہور
پیش لفظ ونظرِثانی	:	ڈاکٹر مجاہد احمد ڈائریکٹر ریسرچ، الادراک ریسرچ سنٹر، لاہور
خصوصی تحریک	:	علامہ محمد خورشید قادری (یو۔کے)
ناشر	:	محمد اعجاز احسن گوندل صُبحِ نور پبلی کیشنز
باہتمام	:	الادراک ریسرچ سنٹر لاہور
صفحات	:	304
اشاعت	:	اپریل 2021ء

ملنے کا پتہ

صُبحِ نور پبلی کیشنز

غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
042-37350476
0321-4771504
Email: subhenoorpublications@gmail.com
www.subhenoorpublications.pk
facebook.com/subhenoorbookbank

فہرست

انتساب

اس ولد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے نام

جس نے جنت ماں کے قدموں میں

اور

رب کی رضا والد کی رضا میں رکھ دی۔

سپاس نامہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الاشراف وجامع الاوصاف محمد ؐالنبی الامی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ کریم کا بے پایاں شکر ہے جس نے مجھ خاکسار کو تعلیم وتدریس اور تحقیق کے شعبہ سے منسلک کیا اور تعلیمی مدارج کے جملہ جاں گسل مراحل سے گزار کر پاکستان کے معروف کلیات اور جامعات میں اس فریضہ کو سرانجام دینے کی عزت سے بہرہ ور فرمایا۔

اس مبارک موضوع پر خامہ فرسائی کی خصوصی تحریک وتشویق کا ذریعہ علامہ خورشید قادری صاحب (برطانیہ) بنے، اللہ کریم انہیں اپنی بے پایاں رحمتوں سے شرفیاب فرمائے اور اس پروجیکٹ کو ہم سب کی بخشش وشفاعت کا ذریعہ بنائے۔

بلاشبہ یہ سب ناممکن ہوتا اگر بچپن ہی میں میرے والدین کی وفات کے بعد میری مرحوم نانی اماں اور ماموں جان مجھے اس راستے پر نہ ڈالتے۔ اللہ کریم ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

تحقیق وتدریس کی اس وادی میں قدم رکھنا نہایت مشکل ہوتا اگر میری اہلیہ محترمہ، بیٹے حافظ حذیفہ سعید اور میری محترمہ باجی کا تعاون اور دعائیں کارفرما نہ ہوتیں۔ اللہ کریم مجھے، میری فیملی اور میرے تلامذہ کو ملک وملت کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔

مزید برآں اس کارِ تحقیق کی تکمیل میں علامہ غلام یسین صاحب، حافظ مدثر فاروق صاحب اور حافظ راشد امین صاحب نے جس اخلاص اور جہدِ مسلسل کے ساتھ مجھے اسسٹ کیا، یقیناً اللہ کریم ان کو اس کی جزا عطا فرمائے گا۔ آخر میں حاجی محمد اعجاز صاحب، محمد جنید اعجاز صاحب، معروف صنعتکار حاجی محمد ارشد صاحب (اچھی بھائی)، جناب محترم محمد افضل سعید صاحب، ڈاکٹر مجاہد احمد مرزا صاحب، یونس لطیف صاحب اور محمد عامر فاروق صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جن کی معاونت کی وجہ سے کافی ساری مشکلیں آسانیوں میں تبدیل ہوگئیں۔ علامہ خلیل الرحمٰن قادری صاحب (ناظمِ اعلیٰ، جامعہ اسلامیہ لاہور) کا شکریہ ادا نہ کرنا یقیناً ناسپاسی کے زمرہ میں شامل ہوگا جنہوں نے نہ صرف اس کتاب کی سفارشات وتجاویز مرتب کرنے میں خصوصی شفقت فرمائی بلکہ اس پر تقریظ لکھ کر بارِ دگر ممنونِ احسان فرمایا۔

برادر گرامی محمد اعجاز احسن گوندل صاحب کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں، جن کی مسلسل دلچسپی اور تحریک سے یہ مسوّدہ ایک دیدہ زیب و جاذبِ نظر تصنیف کی صورت میں آپ تک پہنچا۔

اللہ کریم ان سب کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے نوازتے ہوئے دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فرقہ وارانہ ظلمتوں میں چراغِ ہدایت

ڈاکٹر مجاہد احمد
ڈائریکٹر الادراک ریسرچ سنٹر لاہور

خالقِ کائنات نے ہر شے کو متوازن، معتدل اور مفید بنایا ہے۔ انسان رب العزت کی اشرف ترین مخلوق ہے۔ انسانوں میں افضل ترین انبیائے کرام علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ ہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام میں سب سے اعلیٰ واعز خاتم النبیین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

آپ کی ذاتِ مبارک اس قدر معزز و مکرم ہے کہ اِس سے منسوب ہر لمحہ، ہر شخصیت اور ہر شے اللہ اور اہل اللہ کے ہاں محتشم و محترم ہے۔

جو ارحام و اصلاب امانتِ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین ہوئے، ساجدات و ساجدین کی صورت میں خالق کی نظرِ محبت کا محور و مرکز بنے۔

وہ جبیں جس میں نورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر ہوا فرشتوں کا مسجود بنی۔

جس کشتی میں نور کی امین ذات سوار ہوئی، کنارے جالگی۔

نورِ تاباں جس صلبِ مبارک میں جلوہ فرما ہوا، اس نے نار کو گلزار بنا دیا۔

نورِ مبیں کا اجالا دیکھ کر ہاتھی سجدہ کناں ہو گئے۔

نور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بندۂ خدا میں جلوہ گر ہوا تو عالمِ غیب کا نوری دستہ حفاظت پر مامور ہوا۔

جس شہر نے آپ کی قدم بوسی کی ''بلد امین'' کہلایا۔

جو زمانہ آپ کی خوشبو سے معطر ہوا، مقدّس ٹھہرا۔

جو نفوس شمعِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پروانہ وار فدا ہوئے، مومنون، متقون، مفلحون اور راشدون سے ملقب ہو کرامر ہو گئے۔

جو تقدس مآب ہستیاں گلستانِ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہوئیں، بے مثل و بے مثال ہو گئیں۔

جن ذوات مقدسہ کی رگوں میں نوری لہو موجزن ہوا، انہوں نے شجرِ دین کی اپنے خون سے آبیاری کر کے ہمیں اس کی چھاؤں میں بیٹھنے کا موقع فراہم کیا۔ بقول جامی علیہ الرحمۃ:-

ازو در ہر تنے ذوقے، وزو در ہر دلے شوقے

ازو در ہر زباں ذکرے، وزو در ہر سرے سودا

(ہر جسم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کا ذوق ہے، ہر دل میں اُنہی کا شوق ہے، ہر زبان پر اُنہی کا ذکر ہے اور ہر سر میں اُنہی کا خیال ہے)

اس وقت راقم کے پیشِ نظر محبی فی اللہ محترم ڈاکٹر سعید احمد سعیدی صاحب (استاذ، ادارہ علومِ اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی) کی تالیفِ منیف ''خاندانِ نبوت'' ہے۔ڈاکٹر صاحب ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔انسانیت کی خدمت، محبت، سخاوت اور علمیت آپ کے نمایاں اوصاف ہیں۔تدریس، تقریر اور تحریر کے میادین میں اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔بلاتفریقِ عقیدہ ومسلک مسافرینِ راہِ علم کے راہنما ہیں۔بیسیوں طلباء و طالبات آپ کی نگرانی میں ایم-اے، ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کی تکمیل کر کے مختلف تعلیمی وانتظامی مجالات میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب اخلاص اور للّٰہیت کے جذبے سے سرشار ہو کر انسانیت کے قلوب میں شمعِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فروزاں کرنے کے لیے متفکر رہتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب کے ساتھ چند ایک نشستوں کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کا یہ خواب ہے کہ امت مسلمہ بالخصوص نسلِ نو جہالت کی تاریکیوں کا پردہ چاک کرے اور شمعِ علم و تحقیق جلا کر قوموں کی امامت کا فریضہ سرانجام دے۔اسی خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کی عملی صورت ''الادراک ریسرچ سنٹر'' کا قیام اور ''الادراک'' ریسرچ جرنل کا اجراء ہے۔ڈاکٹر صاحب اس شعر کی عملی تصویر ہیں:

شکوۂ ظلمتِ شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلا جاتے

''خاندانِ نبوت'' سے پہلے ڈاکٹر صاحب کے چالیس سے زائد مقالہ

جات تحقیقی مجلّات میں شائع ہو کر دادِ تحسین پا چکے ہیں۔اس سے قبل سعیدی صاحب کی دو تحقیقی و علمی کتب ''شاہ ولی اللہ کے منہجِ تطبیق کی عصری معنویت'' اور ''امام عبد الوہاب شعرانی کے منہجِ تطبیق کی عصری معنویت'' متعدد طبقہ جات کے اربابِ دانش اور محققین کی جانب سے پذیرائی سے آراستہ ہو چکی ہیں۔سینکڑوں قومی و بین الاقوامی کانفرنسز/سیمینارز اور ریسرچ ورکشاپس میں شرکت کر چکے ہیں۔

امید ہے زیرِ نظر کتاب بھی عوام و خواص کی توجہات کا مرکز بنے گی اور ان کے لیے معلومات افزا ہوگی۔ان شاء اللہ

''خاندان نبوت'' کی چند ایک خصوصیات یہ ہیں:-

کتاب ہذا قاری کا تعلق خاندانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مضبوط سے مضبوط تر کرنے کا وسیلہ ہے۔

یہ کتاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء و اجداد، اولادِ امجاد، امہات المومنین اور اعزہ و اقارب کے معطر تذکرہ کی جامع ہے۔

الفاظ کے انتخاب میں ادب کے قرینے کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

اِس کی تحریر و ترتیب میں محققانہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

زبان و بیان کے اعتبار سے تحریر آسان اور دلکش ہے۔

موضوع کے اعتبار سے بیسیوں احادیث مطہرہ اور تاریخی روایات خاصے کی شے ہیں۔

بنیادی مصادر سے استفادہ کر کے اصل عربی عبارات نقل کی گئی ہیں۔

تمام اقتباسات کی تخریج وتحقیق حاشیہ میں موجود ہے۔

روانی اور سادگی تحریر کا لطف دوبالا کرتی ہے۔

تحریر ہذا امت کے باہمی اتحاد واتفاق کے حوالے سے اہم پیش رفت ثابت ہوگی۔

مزید برآں یہ کتاب برداشت اور رواداری کے فروغ کا وسیلہ ہے۔

آخر میں ''الادراک ریسرچ سینٹر، لاہور'' کی طرف سے یہ اعتذار بھی ضروری ہے کہ خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے بعض شخصیات کا عطر بیز تذکرہ وقت کی کمی اور کتاب کی ضخامت کے پیشِ نظر قلمبند نہیں کیا جاسکا۔ اگر اللہ نے توفیق دی تو اس کی تلافی آئندہ ایڈیشن یا نئی تالیف کی صورت میں کی جائے گی۔

اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ وہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصدق وتوسل سے مصنف اور جملہ معاونین کی اس کاوش کو مقبول ومنظور فرمائے اور اِسے دنیا وعقبیٰ میں کامیابی وکامرانی کا زینہ بنائے۔ آمین

بابرکت سرمایۂ علم وارادت میں لائقِ تحسین اضافہ

پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی
اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی

اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم سے عقیدت ومحبت جزوِ ایمان اور مدارِ شفاعت و نجات ہے۔ تاریخِ اسلام میں ساداتِ کرام کا متوازن احترام ہمیشہ علمائے حق اور صوفیانِ باصفا کا شعار رہا ہے۔ اہلِ علم اصحاب اور صاحبانِ فکر ونظر نے ان نفوسِ قدسیہ کے فضائل اور احوال و آثار پر خوب دادِ تحقیق و تالیف دی ہے اور دنیا کی بیشتر زبانوں میں اس موضوع پر کتب ورسائل اور مضامین ومقالات کا گراں قدر ذخیرہ دست یاب ہے۔

پنجاب یونیورسٹی لاہور میں اسلامیات کے فاضل استاد گرامی قدر جناب ڈاکٹر سعید احمد سعیدی کی زیرِ نظر کتاب اردو میں موجود اس بابرکت سرمایۂ علم و ارادت میں لائقِ تحسین اضافہ ہے۔ کتاب کا مواد معتبر ومستند ہے اور اس کی جمع

آوری میں مختلف زبانوں کے اہم مآخذ و مراجع پیشِ نظر رکھے گئے ہیں۔احوال و واقعات کی ترتیب اور پیش کش کا دل پذیر انداز بھی محققانہ ہے، حوالہ جات کے اہتمامِ اندراج نے اس کی اہمیت وافادیت دوچند کر دی ہے۔

مقامِ مسرت ہے کہ ڈاکٹر سعیدی کی علمی کاوشیں عصری ضروریات کے عین مطابق زبان و بیان کی عمدگی اور حسنِ اسلوب کا اچھا نمونہ بھی ہوتی ہیں۔اس سے کتاب زیادہ قابلِ مطالعہ اور لائقِ فہم بن جاتی ہے اور اس کا دائرۂ تخاطب بھی بڑھ جاتا ہے۔ ہماری نئی نسلوں کے لیے علی الخصوص زیادہ سے زیادہ ایسی ہی کتابوں کی ضرورت ہے۔ بحمد اللہ یہ کتاب بھی ان علمی، ذوقی اور اسلوبی خوبیوں سے بہ حدِ وافر بہرہ یاب ہے۔

دعا ہے کہ حسنِ نیّت اور محنت و ذمہ داری سے تالیف کی جانے والی یہ تالیفِ لطیف بارگاہِ خدا و رسول میں مقبول ٹھہرے اور اس سے وہ مطلوب اعتقادی، عقیدتی اور عملی فوائد وثمرات حاصل ہوں، جو اول و آخر اس عملِ خیر کا ہدفِ وحید اور مقصودِ فرید ہیں۔

خاندانِ نبوت کے موضوع پر ایک منی انسائیکلو پیڈیا

علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری
ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ لاہور

یہ بات مسلّمات میں سے ہے کہ امت میں سے جس کسی کو کوئی فضیلت یا شرف ملا وہ اللہ کے پیارے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصدق اور نسبت سے ملا۔ خاندان نبوت کی مقدس ہستیاں ہوں یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سبھی نے جو عزتیں پائیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامن رحمت سے وابستہ ہونے کے سبب سے ہیں۔ وہ لوگ نادان ہیں جو اہل بیت اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک دوسرے کے مد مقابل لے آتے ہیں اور فاسد اغراض کیلئے ان کے مناقب میں افراط وتفریط سے کام لیتے ہیں۔ جب منبعِ فیض اور جود وکرم ایک ہے تو فیض یافتگان میں دوئی اور بُعد کیسا؟ چنانچہ جب بھی اہل علم نے ان فاسد اغراض کو پروان چڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے امت کو توازن کا راستہ دکھانے کیلئے کوششیں کیں اور باطل عقائد کی بیخ کنی کی۔

ایک اہم پہلو یہ ہے کہ دونوں اطراف کے مقدس نفوس کے فضائل و

مناقب میں افراط وتفریط سے کام لینے والوں کے پیش نظر کوئی خیر کا پہلو نہیں تھا، یہی وجہ تھی کہ محدثین اور علماء امت نے اس موقع پر اہل بیت اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والوں اور ان کے مناقب کے بیان میں تفریط کا راستہ اختیار کرنے والوں کی خوب خبر لی اور یوں اعتدال پر مبنی ایسا ٹھوس علمی و تحقیقی مواد امت کو منتقل ہو گیا کہ جس سے تا قیامِ قیامت استفادہ جاری رہے گا۔ گویا محدثین کرام نے اس فتنہ کے انسداد کے ساتھ ساتھ خیر کا یہ پہلو بھی سامنے رکھا کہ امت کو ایک عظیم علمی و تحقیقی سرمایہ منتقل کر دیا جائے تا کہ ایسے فتنوں کے انسداد کیلئے ٹھوس علمی بنیادیں مستقلاً میسر آ جائیں اور امت ان نفوس قدسیہ کے فضائل و مناقب سے بھی واقف اور مطلع ہو سکے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 303ھ) نے اپنے اردگرد ناصبیت کو پروان چڑھتے دیکھا تو انہوں نے خصائص علی رضی اللہ عنہ کی صورت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد ہونے والی جید اسناد سے مروی 188 روایات کو یکجا کر دیا۔ اسی نوع کا کام بعد میں امام ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد الجزری المقری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 633ھ) نے ''اسنى المطالب فی مناقب سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ'' کی صورت میں کیا۔

دوسری طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تذکار و مناقب پر امت کے جید محدثین کی طرف سے ٹھوس علمی کام سامنے آتا رہا۔ اس نوع کا پہلا ضخیم کام امام ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (463ھ) کی طرف سے ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' کی صورت میں سامنے آیا۔ دوسرا بڑا کام امام ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 630ھ) کی تصنیف ''اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ'' ہے جبکہ تیسرا بڑا کام جو عظیم محدث حافظ ابن حجر

عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 852ھ) کا ہے، بلاشبہ ان کا یہ کام ان کے نام کی طرح ہی بلند و بالا ہے جو "الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ" کے نام سے سامنے آیا۔ یہ سارے محدثین اہل سنت کے سروں کے تاج ہیں جنہوں نے اپنے گرد و پیش کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے امت کو رفض و خروج سے بچایا۔

آج پھر یہ فتنے سر اٹھا رہے ہیں۔ ایسے میں علماء حق کا یہ فریضہ بنتا ہے کہ امت کو افراط و تفریط سے بچائیں۔ یہ فتنۂ جدیدہ ماضی کے فتنوں سے بایں طور مختلف ہے کہ رفض و خروج بیک وقت پوری قوت سے امت کے ایمان کی کھیتی کو اجاڑنے کے درپے ہیں، لہٰذا ان حالات میں علماء امت کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ گئی ہیں۔ جہاں اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے بغیضوں کے شر سے امت کو بچانا ناگزیر ہو گیا ہے، وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیر رکھنے والوں کے شر اور ضرر سے امت کو بچانا بھی اتنا ہی مؤکد ہو گیا ہے۔

زیر نظر کتاب "خاندان نبوت" دیکھنے کا موقع ملا اور مؤلف کے حق میں بے ساختہ دعا نکلی کہ انہوں نے اس پرفتن دور میں ایک چراغ روشن کر دیا ہے جس سے امت استفادہ کرتی رہے گی اور توازن و اعتدال کی راہیں اس پر ممیز اور آشکار ہو جائیں گے۔ یہ کتاب ضخامت کے اعتبار سے تو مختصر ہے لیکن مندرجات کے اعتبار سے بہت وقیع اور عمدہ ہے اور یوں لگتا ہے کہ جیسے کوزے میں دریا بند کر دیا ہو۔ خاندان نبوت کی کسی بھی مقدس ہستی کا تذکرہ کتاب ہذا میں دیکھنا چاہیں تو مع ضروری احوال آپ کو مل جائے گا۔ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہو گا کہ یہ کتاب خاندان نبوت

پر ایک منی انسائیکلو پیڈیا ہے۔

کتاب کے آخر میں افراط وتفریط سے بچنے اور ان نفوس قدسیہ کے ادب و احترام کو یقینی بنانے کیلئے قابل عمل اور موئثر تجاویز دی گئی ہیں جس سے کتاب کی مقصدیت اور افادیت میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔

فاضل مصنف محترم ڈاکٹر سعید احمد سعیدی حفظہ اللہ تعالیٰ اور انکے رفقاء کار اس کاوش پر مبارکباد کے حقدار ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب کا تصنیف و اشاعت کے میدان میں آنا خوش آئند ہے۔ وہ تدریسی و تبلیغی طور پر تو پہلے ہی کار ہائے نمایاں سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کتاب کا ایک حسن یہ ہے کہ یہ تحقیقی معیار پر پورا اترتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور محترم ڈاکٹر صاحب اور انکے رفقاء کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تقدیم عقیدت بہ خانوادۂ مبارک نبوت

ڈاکٹر محمد اقبال شاہد
صدر شعبہ فارسی
جی سی یونیورسٹی، لاہور

کسی بھی موضوع کی تشکیل نو اور بازسازی کا عمل بہت مشکل ہوتا ہے۔ اولاً اس میں قدم رکھنا ہی بڑے حوصلے اور بلند ہمتی کا کام ہے اور ثانیاً نوآوری و حرف گفتنی کی گنجائش پیدا کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ حرف بسیار گفتہ میں تاثیر لانا اور حلاوت کا جادو جگانا، خون جگر اور مہارت سخن کے بغیر ممکن نہیں۔ بقول رہی معیری:

رفت از نالہ ای رہی تاثیر
حرف بسیار گفتہ را ماند

(اے رہی! رونے کے اندر سے تاثیر جاتی رہی۔ یہ اس بات کی طرح ہو گیا جو بار بار کہی جائے)

آج کے دور میں ہر شخص اپنے آپ کو سماجی و دینی علوم کا ماہر سمجھتا ہے اور

دقیق وعمیق مسائل میں رائے زنی کو فریضۂ اول جان کر میدان بحث میں کود پڑتا ہے، یہ جانے بغیر کہ:

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

پھر ایسی ہستیوں کے بارے میں کچھ کہنا اور لکھنا کہ:

لفظ جب تک وضو نہیں کرتے
ہم تری گفتگو نہیں کرتے

اس کام کے لیے دعاؤں اور تائید ایزدی کے ساتھ ساتھ محبتوں اور عقیدتوں سے لبریز دل کی ضرورت ہے اور ڈاکٹر سعید احمد سعیدی کو ان انعامات خاص سے سرفراز کیا گیا ہے۔ تبھی تو انہیں خانوادۂ مبارک پر لکھنے کا ارادۂ سعد عطا ہوا اور اقبال کے شعر کے مصداق آرزوئے دل کے بیان حسین سے عہدہ برآ ہونے میں کامیاب ہوئے ہیں:

ہیچ کس، رازی کہ من گویم، نگفت
ہمچو فکر من در معنی نسفت

(جو راز میں نے بتایا، کسی نے نہیں بتایا۔ کسی نے میری طرح معنی کے موتی نہیں پروئے)

خانوادۂ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر متعدد رسائل و کتب نیز معتبر مآخذ و منابع موجود ہیں لیکن شائستہ بہ دست آر کی گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے کہ اس بارگاہ میں جنس کی شائستگی بھی اہمیت وقبولیت کی حامل ہے۔

سعیدی صاحب نے اختصار کے ساتھ ساتھ انتخاب واہمیت کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حسن ترتیب و تنظیم کو استثنائی حد تک ہر طبقہ وطریقۂ فکر کے لیے

پسندیدگی کے درجات علوی تک پہنچا دیا ہے اور اس کی بنیادی وجہ دینی علوم کی تعلیم و مہارت کے ہمراہ ادب و شعر کے ساتھ ان کا واسطہ و میلان ہے جو ان کے مختلف تحقیقی مقالات اور دیگر تحریروں میں نظر آتا ہے۔

مذکورہ کتاب کے آخری ابواب میں اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے احوال و درجات کو جس عقیدت و احترام کے ساتھ رقم کیا گیا ہے، اس سے اہل ایمان کے دل انبساط و مسرت سے سرشار ہو گئے ہیں۔ ساتھ ہی علامہ اقبال کے فارسی اشعار سے استفادہ اور استشہاد نے جذب و کیف کا ایک نیا جہان ترتیب دے دیا ہے۔ میں ڈاکٹر سعید احمد سعیدی کو اس اعلیٰ و ارفع کام پر عرفی شیرازی کے ان نعتیہ اشعار کے ساتھ تہنیت و تبریک پیش کرتا ہوں:

نوبت بہ من افتاد بگویید کہ دوران
آرایشی از نو بکند مسند جم را
دوران کہ بود تا کند آرایش مسند
مداح شہنشاہ عرب را و عجم را

(اب میری باری آئی ہے، زمانے سے کہیے کہ جمشید کی مسند نئے سرے سے سجائے۔ زمانہ کیا وقعت رکھتا ہے کہ شہنشاہ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثنا اور تعریف کرنے والے کی مسند کی آرائش کرے)

خاندان نبوت'' ۔ حسنِ ترتیب کا مرقع تالیف

ڈاکٹر اکرام الحق
سیکرٹری
اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علوم اسلامیہ کے نو جوان محقق ڈاکٹر سعید احمد سعیدی کی کتاب خاندان نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مختصر اور تحقیقی تذکار مبارک) کے سرسری مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی ۔ ڈاکٹر صاحب کا شکریہ کہ انہوں نے طباعت سے پہلے ہی اس مبارک موضوع پر اپنی کاوش کا مطالعہ کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ اگر چہ کتبِ سیرت میں اس مضمون کی تفصیلات میسر ہیں مگر ڈاکٹر صاحب کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے خاندان نبوت کے بارے میں انتہائی مفید معلومات سلیس انداز میں یکجا کر دیں۔ ابواب بندی با مقصد اور اس مقدس گھرانے کے ایک ایک پہلو کی منظر کشی کرنے پر مشتمل ہے۔ کتاب کل چھ ابواب، ایک خلاصہ، سفارشات وتجاویز اور مصادر

ومراجع پر مشتمل ہے۔ پہلا باب رحمت کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد کے متعلق، دوسرا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمام وعمات کے بارے میں، تیسرا باب امہات المؤمنین ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں، چوتھا باب اولاد امجاد رضی اللہ عنہم کے بارے میں، پانچواں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد بھائیوں اور بہنوں کے بارے میں اور چھٹا رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور نواسیوں کے بارے میں ہے۔

ہر باب کے مندرجات حسنِ ترتیب کا مرقع اور مسلّم مراجع سیرت وتاریخ کے حوالہ جات سے مزین ہیں۔ کہیں کہیں فضائل کی روایات کے اندراج نے کتاب کو مزید جاذب بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا علامہ اقبال کے ساتھ قلبی تعلق یہاں بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ ایک پڑھے لکھے مسلمان کے لیے یہ کتاب تعلق بالرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عمدہ ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔

ان کمالات اور محاسن کے ساتھ محترم ڈاکٹر صاحب اگر کبھی ان رشتوں کے معاشرتی، سماجی اور اجتماعی اثرات پر بھی قلم اٹھائیں تو یہ کتاب ان لوگوں کے لیے بھی جاذبِ نظر ہو جائے جو مسلم عقیدے اور عقیدت کی چاشنی اور ذوق سے آشنا نہیں ہیں۔ خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبتی رشتے، اسلامی معاشرے کی تشکیل اور وحدت عنصری کے لیے بنیادی ذرائع اور اسباب کا درجہ رکھتے ہیں۔

رشتوں کے سلسلے میں سورۃ الفرقان کی آیت کریمہ نمبر ۵۴: (وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا) اور سورۃ الانعام کی آیت مبارکہ ۱۲۴ (اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ) سے بات کی ابتدا کی جا سکتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داریوں اور رشتہ دار قبائل کے سماجی مقام کے بارے میں

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب خاص ذوق رکھتے تھے۔ ان کی تحریروں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اور چونکہ ہمارے ڈاکٹر صاحب کا اقبال فہمی کا ذوق کمال کا ہے، اس سلسلے میں علامہ اقبال کا مضمون (Political Thought in Islam) جو جولائی ۱۹۰۸ء میں لندن کے مجلہ The Social Review میں شائع ہوا، ایک بہترین دستاویز ہے جس میں علامہ اقبال نے قرابتوں اور رشتہ داریوں سے مسلم معاشرے اور قومیت کی تشکیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائدانہ کردار کو بڑی عمدگی سے واضح کیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم ڈاکٹر صاحب کے زورِ قلم میں اور اضافہ فرمائے اور اس مبارک مضمون پر لکھنے کی سعادت کو ان کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تقریظ (۵)

خاندان نبوت، چشمۂ نور ہدایت و منبع حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پروفیسر ڈاکٹر راحیلہ خالد
چیئر پرسن ڈیپارٹمنٹ آف عربیک
اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

ادب عربی میں عصر جدید کے معروف شاعر احمد شوقی نے اپنے معرکۃ الآراء قصیدۃ ''الھمزیۃ النبویۃ'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت میں اعلی پائے کے اشعار نظم کیے اور کہا:

ولد الھدی فالکائنات ضیاء
و فم الزمان تبسم و ثناء

اسی قصیدہ میں خاندان نبوت کے فضائل ومحاسن کے بارے رقم طراز ہیں کہ

بیت النبی الذی لا یلتقی
الا الحنائف فیه والحنفاء

برادر محترم ڈاکٹر سعید احمد سعیدی بلا شبہ حب رسول، اہل بیت اطہار سے محبت اور عقیدت و احترام کے جذبہ سے سرشار ہیں جس کی جھلک آپ کی خوبصورت تصنیف ''خاندان نبوت'' کے اسلوب سے نمایاں ہے۔اس کتاب میں فاضل مصنف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مطہرہ اور اہل بیت کے فضائل و مناقب بڑی خوبصورتی سے بیان کئے ہیں۔جس قدر ہمیں انہیں پڑھنے اور سننے کا موقع میسر آیا ہے، اس سے فاضل مصنف کا ، قرآن و حدیث ، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،تاریخ اسلام ،تصوف اور دیگر علوم شرعیہ میں تبحر علمی کا خوب اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ادراک جیسے اعلیٰ تحقیقی مرکز کا قیام اور اسی نام یعنی ادراک کے نام سے تحقیقی مجلہ کا اجراء کرنا ان کی علم دوستی اور تحقیقی شغف کا بین ثبوت ہے۔آپ کا علمی و تحقیقی کام بکثرت اور بہت معیاری ہے،جس سے عوام وخواص مستفید ہوتے ہیں اور بلاشبہ علمی و دینی خدمات کے لیے آپ کی مساعئ جمیلہ لائق تحسین ہیں۔

فاضل مصنف کی دو معرکۃ الآراء تصانیف (شاہ ولی اللہ کے منہج تطبیق کی عصری معنویت)اور(امام عبدالوہاب شعرانی کے منہج تطبیق کی عصری معنویت) اہل علم و دانش کے حلقوں میں پذیرائی حاصل کر چکی ہیں۔آپ کی زیرِ نظر تصنیف کے بارے میں اس سے بڑھ کر اور شرف کیا ہوگا کہ یہ کتاب افضل الملائک والبشر، سید الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے آباؤ اجداد ،اولاد اطہار، امہات المؤمنین ومؤمنات اور دیگر اعزاء واقربین رضی اللہ عنہم کے بارے میں بڑی تفصیل و تحقیق کے ساتھ مرتب ومدون ہے، شاندار پیرائے میں ان مبارک ہستیوں کا تذکرہ خیر ہے۔خاص طور پر امہات المؤمنین کے فضائل ومحاسن ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین اسلام سے ان کی والہانہ محبت وعقیدت، اشاعتِ اسلام وتبلیغ دین کی راہ میں ان کی بے لوث خدمات ، مشکل حالات میں صبر و

عزیمت، دشمن کے خلاف ان کا بے خوف و خطر طرزِ عمل، ایثار و قربانی غرض یہ کہ کوئی پہلو ایسا نہیں جو فاضل مصنف نے تشنہ چھوڑا ہو۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

اگر فنی اعتبار سے کتاب کا جائزہ لیں تو موصوف کی تحریر پر کمال قدرت اور تبویب و تفصیل پر ماہرانہ دسترس کا مشاہدہ واضح طور سے کیا جا سکتا ہے۔ اسلوبِ بیاں بہت سادہ، دلنشیں اور سہل ممتنع کا مظہر ہے۔

تحقیق کے میدان میں مصادرِ اصلیہ بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، فاضل محقق نے اس سلسلہ میں بھی بڑی محنت کر کے مستند کتابوں اور مصادرِ اصلیہ سے حوالہ جات لیے ہیں اور ہر کتاب کے مواد کو اس سلسلہ میں ہر طرح کی کوتاہی سے محفوظ رکھا ہے۔

پنجاب یونیورسٹی کے اس مایہ ناز لکھاری کو اس اعلیٰ کاوش پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ بلا شبہ یہ کتاب اردو میں موضوع کے حوالے سے اور اندازِ بیاں کے اعتبار سے بہت وقیع اور عمدہ اضافہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اپنی بارگاہ میں اس ہدیہ کو شرف قبولیت بخشے اور عوام و خواص کے لیے نافع بنائے اور وہ مطلوبہ فوائد و ثمرات حاصل ہوں جو مصنف کا مقصود ہیں۔ آمین ثم آمین

ورفعنالك ذكرك كافیضان

ڈاکٹر سیدہ سعدیہ
ادارہ عربی وعلوم اسلامیہ،
گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

اللہ رب العزت نے کمال اہتمام کے ساتھ قرآن مجید کی حفاظت فرمائی اور صاحب کتاب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کو ''اسوۂ حسنہ'' قرار دے کر اسے محفوظ بنانے کی طرف امت کی راہنمائی فرمائی اور کتب سیرت کی شکل میں حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یکجا کرنے کی توفیق ارزانی فرمائی تاکہ متنِ قرآن کے ساتھ اسوۂ حسنہ کی صورت میں اس کی تشریح وتوضیح کا عملی پیکر بھی جامہ ابدیت اختیار کرے اور تاقیامت انسانوں کے لئے رشد وہدایت کا حتمی ذریعہ قرار پائے۔ یہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعجاز وامتیاز ہے کہ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات

بابرکات بلکہ نسب وصلب کے تمام سلاسل، رشتۂ مصاہرت اور نسبی تعلق رکھنے والے افراد کی حیات وکردار بھی کتبِ تاریخ وسیرت کا اہم حصہ قرار پائے۔ اسوۂ حسنہ کی پیروی جہاں معراجِ محبوبیت ہے، وہیں سیرتِ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قلم اٹھانا بھی باعثِ سعادتِ دارین ہے کہ دامن سیرت سے وابستہ ہونے والے احباب کو "ورفعنا لك ذكرك" کی امتیازی شان کے حامل فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل بلند پایہ رفعتیں اور عظمتیں نصیب ہوتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ تقریباً ساڑھے چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود اربابِ علم وفن نے کم وبیش دنیا کی ہر زبان میں سیرت کی کسی نہ کسی جہت کو اپنا موضوعِ تحقیق بنایا ہے۔ جس سے علمِ سیرت باقاعدہ ایک فن کی صورت میں سامنے آیا اور سیرت نگاری کی بھی کئی جہات سامنے آئیں۔ گویا یہ ایسا بحرِ بے کنار ہے کہ جس کی غواصی تا قیامِ قیامت ہوتی رہے گی اور محققین اپنے ذوق، گہرائی و وسائل کے مطابق اس بحر سے ایسے درر ثمین نکالتے رہیں گے جو انسانیت کی شبِ تاریک کے لئے سحر کا سامان لیے ہوں گے۔

میدان سیرت میں ایسی ہی ایک کامیاب کوشش کا نام "خاندانِ نبوت" ہے۔ ڈاکٹر سعید احمد سعیدی صاحب کی دو تصانیف (امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے منہج تطبیق کی عصری معنویت، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے منہج تطبیق کی عصری معنویت) قبل ازیں اربابِ علم ودانش سے دادِ تحسین حاصل کرچکی ہیں، تصنیفِ ہذا باعتبارِ تعدادِ صفحات مختصر سہی مگر اپنے موضوع کے اعتبار سے وقیع اور جامع ہے۔ مصنف نے تمام مندرجات کا عمیق نظری سے جائزہ لیا ہے اور سعی کی ہے کہ محققانہ

اسلوب کو اختیار کیا جائے اور مستند مآخذ سے استفادہ کیا جائے۔ سادہ مگر انتہائی دلنشین اور عام فہم انداز میں لکھی گئی کتاب ہر سطح کے قاری کے لئے بلاشبہ اہم معلومات وتحقیقات سے مکمل آگاہی فراہم کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ کتاب ''حسنِ ظاہری ومعنوی'' دونوں سے آراستہ ہے کہ جس میں آدابِ تحریر اور تالیف کا مقصود ومنشاء بھی ہر لمحہ مصنف نے ملحوظ رکھا ہے تاکہ موضوع کے ساتھ مکمل انصاف بھی ہو سکے، نیز اس کی افادیت بھی برقرار رہے۔ سیرت نگاری کی اس سعادت پر بلاشبہ فاضل مصنف اور ان کے معاونین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ان تمام احباب کی جملہ مساعی کو دارین کی منفعتوں کا باعث بنائے اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی بھی توفیق دے۔

آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الکریم و علی آلہ واصحابہ اجمعین

رحمت کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آباؤ اجداد

باب اول

رحمت کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان ونسب، نجابت وشرافت میں تمام دنیا کے خاندانوں سے اشرف واعلیٰ ہے اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدترین دشمن کفار مکہ بھی کبھی اس کا انکار نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت ابوسفیان نے جب وہ کفر کی حالت میں تھے، بادشاہِ روم ہرقل کے بھرے دربار میں اس حقیقت کا اقرار کیا کہ

هُوَفِينَا ذُو نَسَبٍ [1]

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سب میں سے عالی خاندان ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلۂ نسب تمام عالم کے سلاسلِ انساب سے اعلیٰ و برتر ہے۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ للهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ إِنَّ للهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِى هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِى مِنْ بَنِى

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، ج:۱، ص:۸

هَاشِمٍ ①

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو منتخب کیا اور اولادِ کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب کیا اور بنی ہاشم میں سے مجھے شرفِ انتخاب بخشا۔

اسی طرح ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے:

عَنْ جِبْرِيْلَ عليه السلام قَالَ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ أَجِدْ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَلَمْ أَرَ بَيْتًا أَفْضَلَ مِنْ بَيْتِ بَنِي هَاشِمٍ۔ ②

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا:

میں نے تمام زمین کے اطراف واکناف اور گوشہ گوشہ کو چھان مارا، مگر نہ تو میں نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کسی کو پایا اور نہ ہی میں نے بنو ہاشم کے گھر سے بڑھ کر بہتر کوئی گھر دیکھا۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

میں اطراف واکنافِ عالم میں گھوما ہوں۔ محبوب لوگوں کی محبت میں بھی الجھا ہوں۔ میں نے بہت سے حسن وجمال کے پیکر بھی دیکھے ہیں لیکن تُو ان سب

---

① مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج:۴، ص:۱۷۸۲

② الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، المعجم الاوسط، باب من اسمہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دار الحرمین، القاہرۃ، ج:۶، ص:۲۳۷

میں منفرد اور لاثانی ہے۔

درحقیقت مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بحرِ بے پیدا کنار ہے جس کے کنارے پر کوئی شناور نہیں پہنچ سکتا۔ یہ سمندر اپنی پہنائیوں کے باوجود اتنا عمیق ہے کہ کوئی غواص اس کی تہہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنا نسب بیان فرماتے تو عدنان سے تجاوز نہ فرماتے، عدنان تک پہنچ کر رُک جاتے۔ عدنان تک کے نسب نامہ کی صحت پر تمام محدثین، سیرت نگاروں اور علمائے انساب کا اتفاق ہے۔ عدنان کے اولادِ اسماعیل سے ہونے پر بھی کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ عدنان سے اوپر کے شجرۂ نسب میں علماء کے ہاں اختلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محقق اور مسلّم سلسلۂ نسب درج ذیل ہے:

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعبِ بْنِ لؤيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِبْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ إِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ۔ [1]

جبکہ والدہ ماجدہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شجرۂ نسب یہ ہے:

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم بن آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زھرہ بن کلاب بن مرہ۔ [2]

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج:۵، ص:۴۴

② ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ۱۳۷۵ھ، شیٔ عن زمزم، ج:۱، ص:۱۱۰

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کا نسب نامہ ''کلاب بن مرہ'' پر مل جاتا ہے اور آگے چل کر دونوں سلسلے ایک ہو جاتے ہیں۔ ''عدنان'' تک آپ کا نسب نامہ صحیح سندوں کے ساتھ باتفاق مؤرخین ثابت ہے، اس کے بعد ناموں میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی اپنا نسب نامہ بیان فرماتے تھے تو ''عدنان'' ہی تک ذکر فرماتے تھے۔

بہر حال یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ کوئی بھی حسب ونسب والا اور نعمت و بزرگی والا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل نہیں ہے۔

قریش اور ہاشم کی وجہ تسمیہ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندانِ نبوت میں سبھی حضرات اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے یکتائے روزگار ہیں، مگر چند ہستیاں ایسی بھی ہیں جو آسمانِ فضل وکمال پر آفتاب بن کر چمکیں اور تمام عالم کو منور کرنے لگیں۔ ان باکمال شخصیات میں سے ''مالک بن نضر'' بھی ہیں۔ ان ہی کی اولاد کو ''قریشی'' کہا جاتا ہے۔ ان کو قریش کہنے کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وهو دابة فی البحر عظيمة من أقوى دوابه سميت به لقوتها؛
لأنها تأكل ولا تؤكل، وتعلو ولا تعلى، وكذلك قريش۔ (1)

''قریش'' ایک سمندری جانور کا نام ہے جو بہت ہی طاقتور ہوتا ہے اور سمندری جانوروں کو کھا ڈالتا ہے۔ یہ تمام جانوروں پر ہمیشہ غالب ہی رہتا ہے،

---

(1) الزرقانی، محمد بن عبد الباقی، ابو عبد اللہ، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ، ج:۱، ص:۱۴۴

کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔

چونکہ ''مالک بن نضر'' اپنی شجاعت اور خداداد طاقت کی بنا پر تمام قبائلِ عرب پر غالب تھے، اس لئے تمام اہل عرب ان کو ''قریش'' کے لقب سے پکارنے لگے۔ چنانچہ اس بارے میں ''شمرخ بن عمرو حمیری'' کا شعر بہت مشہور ہے کہ

وَ قُرَيْشٌ هِيَ الَّتِيْ تَسْكُنُ الْبَحْرَ

بِهَا سُمِّيَتْ قُرَيْشٌ قُرَيْشًا[1]

یعنی ''قریش'' ایک جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے۔ اسی کے نام پر قبیلۂ قریش کا نام ''قریش'' رکھ دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین دونوں کا سلسلۂ نسب ''مالک بن نضر'' سے ملتا ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماں باپ دونوں کی طرف سے ''قریشی'' ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پر دادا ''ہاشم'' بڑی شان و شوکت کے مالک تھے۔ ان کا اصل نام ''عمرو'' تھا۔ انتہائی بہادر، بے حد سخی اور اعلیٰ درجے کے مہمان نواز تھے۔ ایک سال عرب میں بہت سخت قحط پڑ گیا اور لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے تو یہ ملکِ شام سے خشک روٹیاں خرید کر حج کے دنوں میں مکہ پہنچے اور روٹیوں کا چورا کر کے اونٹ کے گوشت کے شوربے میں ثرید بنا کر تمام حاجیوں کو خوب پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے لوگ ان کو ''ہاشم'' (روٹیوں کا چورا کرنے والا) کہنے لگے۔

واسمه عمرو، وإنما قيل له هاشم لأنه كان يهشم الثريد

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، ج:۱، ص:۱۴۴

لقومه فی الجدب۔ [1]

چونکہ یہ ''عبد مناف'' کے سب لڑکوں میں بڑے اور باصلاحیت تھے، اس لئے عبد مناف کے بعد کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے۔ ہاشم بہت حسین و جمیل اور وجیہ تھے۔ جب سن شعور کو پہنچے تو ان کی شادی مدینہ میں قبیلہ خزرج کے ایک سردار ''عمرو'' کی صاحبزادی سے ہوئی، جن کا نام ''سلمیٰ'' تھا اور ان کے صاحبزادے ''عبد المطلب'' مدینہ ہی میں پیدا ہوئے، چونکہ ہاشم پچیس سال کی عمر پا کر ملک شام کے راستہ میں بمقام ''غزہ'' انتقال کر گئے، اس لئے ''عبد المطلب'' مدینہ ہی میں اپنے نانا کے گھر پلے بڑھے اور جب سات یا آٹھ سال کے ہو گئے تو مکہ آ کر اپنے خاندان والوں کے ساتھ رہنے لگے۔

والدین کریمین رضی اللہ عنہما

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کا نام ''عبد اللہ'' ہے۔ آپ حضرت عبد المطلب کے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈلے اور پیارے تھے۔ چونکہ ان کی پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ جلوہ گر تھا، اس لئے حسن و خوبی کے پیکر، جمالِ صورت و کمالِ سیرت کے آئینہ دار اور عفت و پارسائی میں یکتائے روزگار تھے۔ قبیلہ قریش کی تمام حسین عورتیں ان کے حسن و جمال پر فریفتہ تھیں اور ان سے شادی کی خواستگار تھیں۔ حضرت عبد المطلب ان کے لئے ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھے، جو حسن و جمال کے

---

[1] القسطلانی، احمد بن محمد، المواهب اللدنیه بالمنح المحمدیة، المکتبة التوفیقیة، مصر، (س ن) ج:١، ص:٦٠

ساتھ ساتھ حسب ونسب کی شرافت اور عفت و پارسائی میں بھی ممتاز ہو۔ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ ایک دن حضرت عبداللہ شکار کے لئے جنگل میں تشریف لے گئے۔ ملک شام کے یہودی چند علامتوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد یہی ہیں۔ چنانچہ ان یہودیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بارہا قتل کرنے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ بھی یہودیوں کی ایک بہت بڑی جماعت مسلح ہو کر اس نیت سے جنگل میں گئی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں دھوکہ سے قتل کر دیا جائے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ بھی اپنے فضل و کرم سے آپ کو بچالیا۔ عالمِ غیب سے چند ایسے سوار ناگہاں نمودار ہوئے، جو اس دنیا کے لوگوں سے کوئی مشابہت ہی نہیں رکھتے تھے۔ ان سواروں نے آ کر یہودیوں کو مار بھگایا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بحفاظت ان کے مکان تک پہنچا دیا۔ ''وہب بن مناف''[1] بھی اس دن جنگل میں تھے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا، اس لئے ان کو حضرت عبداللہ سے بے انتہا محبت و عقیدت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے گھر آ کر یہ عزم کر لیا کہ میں اپنی نورِ نظر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی سے کروں گا۔ چنانچہ اپنی اس دلی تمنا کو چند دوستوں کے ذریعہ انہوں نے حضرت عبدالمطلب تک پہنچا دیا۔ خدا کی شان کہ عبدالمطلب اپنے نورِ نظر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لئے جیسی دلہن کی تلاش میں تھے، وہ ساری خوبیاں حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا میں موجود تھیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اس رشتہ کو خوشی خوشی منظور کر لیا۔ چنانچہ چوبیس سال کی عمر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا

---

[1] یہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد ہیں۔

سے نکاح ہو گیا اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے منتقل ہو کر حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکمِ اطہر میں جلوہ گر ہو گیا۔ ①

حضرت عبد المطلب چونکہ تجارت پیشہ تھے اور آپ کی کوششوں کے ثمرات میں ہی قریش مکہ کے تجارتی کاروانوں کو دیگر ممالک میں آمد و رفت کی اجازت ملی تھی۔ اسی لئے شادی کے کچھ عرصہ بعد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ایک تجارتی قافلہ کی سربراہی کے فرائض سونپے گئے اور یوں آپ کو ملک شام جانے کا اتفاق ہوا۔ تجارتی مصروفیات سے فراغت پانے کے بعد جب آپ عازمِ مکہ ہوئے تو راستہ میں بیمار ہو گئے۔ قافلہ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو طبیعت مزید خراب ہو گئی، چنانچہ آپ نے اپنے ننھیال میں قیام فرمایا تاکہ طبیعت میں بحالی کے بعد دوبارہ رختِ سفر باندھیں۔ تقریباً ایک ماہ بیمار رہنے کے بعد مدینہ منورہ میں ہی انتقال فرما گئے۔ تدفین ''نابغہ جعدی'' کے مکان میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر پچیس برس کی تھی۔ اکثر مؤرخین کے بقول ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا نہیں ہوئے تھے۔ البتہ بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے دو ماہ پہلے ہو چکی تھی۔

حضرت عبد اللہ کی وفات سے سارا خاندان رنج و ملال اور غم و اندوہ کا شکار ہو گیا۔ حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کا مجسمہ، جس سے شادی کرنے کے لئے مکہ کی کئی خواتین بے قرار تھیں، دنیا سے اچانک عالمِ شباب میں رخصت ہو گیا۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا پر یہ اندوہناک اور دلخراش خبر سن کر کیا گزری ہوگی جن کا رفیقِ حیات

---

① شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، مترجم: غلام معین الدین نعیمی، شبیر برادرز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ج:۲، ص:۲۸

شادی کے چند ماہ بعد ہی انھیں ہمیشہ کے لئے داغِ مفارقت دے گیا؟ اس کا اندازہ درج ذیل اشعار سے بخوبی ہو جاتا ہے، صاحب مواہب اللدنیہ بیان فرماتے ہیں:

ولما بلغ نعيه إلى مكة رثته آمنة بأروع المراثي، قالت

عفا جانب البطحاء من ابن هاشم
وجاور لحدا خارجا فى الغمائم
دعته المنايا دعوة فأجابها
وما تركت فى الناس مثل ابن هاشم
عشية راحوا يحملون سريره
تعاوره أصحابه فى التزاحم
فإن تك غالته المنايا وريبها
فقد كان معطاء كثير التراحم ①

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر مکہ پہنچی تو حضرت آمنہ نے نہایت دردانگیز مرثیہ کہا، جس سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر نامدار سے قلبی وارفتگی ودل بستگی آشکار ہوجاتی ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

بطحاء کی آغوش ہاشم کے صاحبزادے سے خالی ہوگئی۔ وہ بانگ وخروش کے درمیان ایک لحد میں آسودہ خواب ہوگیا۔ اسے موت نے ایک پکار لگائی اور اس نے لبیک کہہ دیا۔ اب موت نے لوگوں میں ابن ہاشم جیسا کوئی انسان نہیں چھوڑا۔ (کتنی حسرت ناک تھی) وہ شام جب لوگ انہیں تخت پر اٹھائے لے جارہے تھے۔ اگر موت اور موت کے حوادث نے ان کا وجود ختم کر دیا ہے (تو ان کے کردار کے نقوش نہیں ہٹائے جاسکتے)، وہ بڑے دانا اور رحم دل تھے۔

---

① المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج:۱، ص:۵۷

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے شخصی اوصاف

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ گوناگوں صفات کے حامل تھے۔ ذیل میں آپ کی شخصیت کے چند نمایاں پہلو ہدیۂ قارئین کیے جاتے ہیں:

ا۔ ذبیح کا لقب

حضرت عبد المطلب کی اولاد میں سے حضرت عبداللہ سب سے زیادہ خوبصورت، پاکدامن اور والد کے چہیتے تھے۔ آپ کو ''ذبیح'' کہا جاتا تھا۔ ذبیح لقب کی وجہ بیان کرتے ہوئے صاحب الرحیق المختوم رقمطراز ہیں:

وذلك أن عبد المطلب لما تم أبناؤه عشرة، وعرف أنهم يمنعونه أخبرهم بنذره فأطاعوه، فكتب أسماءهم فى القداح، وأعطاهم قيم هبل، فضرب القداح فخرج القدح على عبد الله، فأخذه عبد المطلب، وأخذ الشفرة، ثم أقبل به إلى الكعبة ليذبحه، فمنعته قريش ولا سيما أخواله من بنى مخزوم وأخوه أبو طالب، فقال عبد المطلب فكيف أصنع بنذرى فأشاروا عليه أن يأتى عرافة فيستأمرها، فأتاها، فأمرت أن يضرب القداح على عبد الله وعلى عشر من الإبل، فإن خرجت على عبد الله يزيد عشرا من الإبل حتى يرضى ربه، فإن خرجت على الإبل نحرها، فرجع وأقرع بين عبد الله وبين عشر من الإبل فوقعت القرعة على عبد الله فلم يزل يزيد من الإبل عشرا عشرا ولا تقع القرعة إلا عليه إلى أن بلغت الإبل مائة فوقعت القرعة عليها، فنحرت عنه، ثم تركها عبد المطلب لا يرد عنها إنسانا ولا

سبعا۔ ①

جب حضرت عبد المطلب کے لڑکوں کی تعداد پوری دس ہوگئی اور وہ بچاؤ کرنے کے لائق ہو گئے۔تو حضرت عبد المطلب نے انہیں اپنی نذر سے آگاہ کیا۔سب نے سرتسلیم خم کر دیا۔اس کے بعد حضرت عبد المطلب نے قسمت کے تیروں پر ان سب کے نام لکھے اور ہبل کے ''قیم'' کے حوالے کیا۔قیم نے نیزوں کو گردش دے کر قرعہ نکالا تو عبد اللہ کا نام نکلا۔جناب عبد المطلب نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا، چھری لی اور ذبح کرنے کے لیے خانہ کعبہ کے پاس لے گئے۔ لیکن قریش اور خصوصا حضرت عبد اللہ کے ننھیال والے یعنی بنومخزوم اور عبد اللہ کے بھائی جناب ابوطالب آڑے آ گئے۔حضرت عبد المطلب نے کہا تب میں اپنی نذر کا کیا کروں؟ انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ کسی خاتون عرافہ کے پاس جا کر حل دریافت کریں۔حضرت عبد المطلب ایک عرافہ کے پاس گئے۔اس نے کہا کہ عبد اللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کریں، اگر عبد اللہ کے نام قرعہ نکلے تو مزید دس اونٹ بڑھا دیں۔اس طرح اونٹ بڑھاتے جائیں اور قرعہ اندازی کرتے جائیں، یہاں تک کہ اللہ راضی ہو جائے، پھر اونٹوں کے نام قرعہ نکل آئے تو انہیں ذبح کر دیں۔حضرت عبد المطلب نے واپس آ کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی مگر قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام نکلا۔اس کے بعد وہ دس دس اونٹ بڑھاتے گئے اور قرعہ اندازی کرتے گئے مگر قرعہ حضرت

① صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، دار الھلال، بیروت، (س ن)، ص: ۴۳

عبداللہ کے نام ہی نکلتا رہا۔ جب سو اونٹ پورے ہو گئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ اب حضرت عبدالمطلب نے انہیں عبداللہ کے بدلے ذبح کیا اور وہیں چھوڑ دیا۔ کسی انسان یا درندے کے لیے (کھانے پینے میں) کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

بعدازاں مصنف لکھتے ہیں:

وكانت الدية في قريش وفي العرب عشرا من الإبل، فجرت بعد هذه الوقعة مائة من الإبل، وأقرها الإسلام۔ ①

اس واقعہ سے قبل قریش اور عرب میں خون بہا دیت کی مقدار دس اونٹ تھی مگر اس واقعے کے بعد سو اونٹ کر دی گئی۔ اسلام نے بھی اس مقدار کو برقرار رکھا۔

یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی طرف ''ذبیحین'' کے بیٹوں کی نسبت کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ السیرۃ الحلبیۃ میں مذکور ہے:

وفي الكشاف أنه صلى الله عليه وسلم قال ''أنا ابن الذبيحين'' أي عبد الله وإسمعيل۔ ②

اور کشاف میں موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو ذبیح کی اولاد ہوں۔ ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے آپ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

---

① الرحیق المختوم، ص: ۴۴، ۴۳

② علی بن ابراہیم الحلبی، ابوالفرج، السیرۃ الحلبیۃ: انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط۔ ۲، ۱۴۲۷ھ، ج:۱، ص:۵۵

۲۔ پیکرِ حسن و جمال

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جمال و رعنائی کا پیکر اور حسن و دلکشی کا شاہکار تھے۔
صفی الرحمٰن مبارکپوری اسی حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وکان عبد الله أحسن أولاد عبد المطلب۔ ①

حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں عبداللہ سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔
اسی طرح امام زرقانی علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں:

قال أهل السير، فلقي عبد الله في زمنه من النساء ما لقي يوسف في زمنه من امرأة العزيز۔ ②

یعنی حضرت عبداللہ کو اپنے زمانہ میں عورتوں کی طرف سے انہی مشکلات اور صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے زمانہ میں عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے پیش آئے۔

مزید اسی ضمن میں آپ فرماتے ہیں:

كان يتلألأ نورًا في قريش وكان أجملهم فشغفت به نساؤهم وكدن أن تذهل عقولهن۔ ③

حضرت عبد اللہ قریش میں ایک تابندہ نور تھے اور سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ قریش کی عورتیں ان کے دامِ محبت میں اسیر تھیں اور قریب تھا کہ وہ ان کی محبت میں ہوش و حواس کھو بیٹھتیں۔

---

① الرحیق المختوم، ص: ۴۳
② شرح الزرقانی علی المواهب الدنية بالمنح المحمدية، ج:۱، ص:۲۰۷
③ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، ج:۱، ص:۲۰۷

۳۔عفت و پاکدامنی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبد المطلب اپنے فرزند عبداللہ کو نکاح کے لئے لے کر چلے تو راستہ میں ایک یہودی عورت پر گذر ہوا، جس کا نام فاطمہ بنت مرتھا جو تورات وانجیل وغیرہ سے بخوبی واقف تھی۔ حضرت عبداللہ کے چہرے میں نور نبوت دیکھ کر اس نے انہیں اپنی طرف بلایا اور کہا میں تجھ کو سو اونٹ نذر کروں گی۔ حضرت عبداللہ نے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

اما الحرام فالممات دونه

والحل لا حل فاستبينه

حرام کے ارتکاب سے موت آسان ہے اور حلال، تو میں اس میں حلال واضح طور پہ نہیں دیکھ رہا۔

فكيف بالامر الذى تبغينه

يحمى الكريم عرضه و دينه [1]

جس ناجائز امر کی تو طلبگار ہے، وہ مجھ سے کیسے ممکن ہے؟ کریم النفس آدمی تو اپنی آبرو اور اپنے دین کی پوری حمایت اور حفاظت کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ جب حضرت آمنہ سے نکاح کر کے واپس ہوئے تو واپسی میں پھر اسی عورت کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے دریافت کیا کہ اے عبداللہ! تم یہاں سے جانے کے بعد کہاں رہے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ میں نے اس

---

[1] المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج:۱، ص:۷۱

عرصہ میں وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی آمنہ سے نکاح کیا اور نکاح کے بعد تین روز وہاں قیام کیا۔ اس یہودی عورت نے یہ سن کر کہا:

واللہ! میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔ تمہارے چہرے میں نورِ نبوت کو دیکھ کر یہ چاہا تھا کہ یہ نور میری طرف منتقل ہو جائے لیکن اللہ نے جہاں چاہا، وہاں اس نور کو ودیعت کیا۔ ①

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ، طہارتِ نفس، شرافتِ نسب، عزت و وجاہت، عفت و عصمت اور پاکبازی میں بے مثال تھیں۔ آپ اپنی قوم میں سیدۃ النساء کے لقب سے مشہور تھیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم میں عورتوں کی سردار تھیں اور اپنے زمانے میں قریش کی سب سے زیادہ فضیلت مآب اور محترم خاتون تھیں۔ جیسا کہ اس روایت سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ:

فَزَوَّجَهُ آمِنَةَ بِنْتَ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ، وَهِيَ يَوْمَئِذٍ أَفْضَلُ امْرَأَةٍ فِي قُرَيْشٍ نَسَبًا وموضعا۔ ②

پس حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کی شادی وہب بن عبد مناف بن زہرہ کی بیٹی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے کردی، جو کہ اس وقت کی قریشی عورتوں میں حسب نسب کے اعتبار سے افضل ترین عورت تھیں۔

---

① الاصبہانی، احمد بن عبداللہ، ابونعیم، دارالنفائس، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ج:۱، ص:۱۳۱

② الشامی، محمد بن یوسف، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ج:۱، ص:۳۲۶

آپ نہ صرف ظاہری طور پر خوبصورت تھیں بلکہ انھوں نے پرہیزگاری، مہمان نوازی اور سخاوت جیسی بلند پایہ صفات کو اپنے باپ سے ورثہ میں پایا تھا۔

''برہ'' حضرت آمنہ کی ماں بھی ''بنی کلاب'' کے شریف اور بزرگ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، وہ نسب میں وہب بن عبد مناف کے ساتھ شریک ہیں۔ ''برہ'' کی ماں ام حبیبہ بھی اسی نسب سے ''ارحام مطہرہ'' کے خوبصورت گروہ میں سے تھیں۔

جو چیز بھی انسان کو جاودانی اور ہمیشگی عطا کرتی ہے، وہ اس کی نیک صفات اور عظیم اخلاق ہیں۔ انسانوں کی اخلاقی خصوصیات ان کی شخصیت کی عظمت کو نمایاں کرتی ہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی اعلیٰ ترین صفات میں سادگی اور عاجزی و انکساری نمایاں ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إنما أنا ابن امرأة من قريش كانت تأكل القديد۔ [1]

بے شک میں قریش کی اس خاتون کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھاتی تھی۔

درحقیقت اس جملہ سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی سادگی اور عاجزی و انکساری آشکار ہوی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب چھ برس کی ہوگئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آپ کے دادا کے ننھیال بنو عدی بن نجار میں رشتہ داروں کی ملاقات اور اپنے شوہر کی قبر کی

---

[1] سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج:۷، ص:۴۰

زیارت کے لئے تشریف لے گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ ماجد کی باندی ام ایمن بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں۔ وہاں سے واپسی پر ''ابواء'' نامی گاؤں میں حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی اور وہ وہیں مدفون ہوئیں۔ والد ماجد کا سایہ تو ولادت سے پہلے ہی اٹھ چکا تھا، اب والدہ ماجدہ کی آغوشِ شفقت کا خاتمہ بھی ہوگیا۔ لیکن حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ درّ یتیم جس آغوشِ رحمت میں پرورش پا کر پروان چڑھنے والا ہے، وہ ان سب ظاہری اسبابِ تربیت سے بے نیاز ہے۔

سیدہ آمنہ کی عفت و پاکدامنی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی معاشرتی برائیوں سے پاک رکھا تھا، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بھی رائج الوقت معاشرتی برائیوں سے منزّہ و مبرّا تھیں، جس کا ثبوت اس حدیث پاک سے بھی ملتا ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم لَمْ يَلْتَقِ أَبَوَایَ فِی سِفَاحٍ لَمْ يَزَلِ اللهُ يَنْقُلُنِی مِنْ أَصْلَابٍ طيبةٍ إِلَى أَرْحَامٍ طَاهِرَةٍ صَافِيًا مُهَذَّبًا لَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ إِلَّا كُنْتُ فِی خَيْرِهِمَا[1]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے والدین کبھی بھی بغیر نکاح کے نہیں ملے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھے پاک پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل فرماتا رہا، جب بھی لوگوں کے دو گروہ ہوئے تو

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم اصبہانی، ج:۱، ص:۵۷

مجھے ان میں سے بہترین گروہ میں رکھا گیا۔

المختصر یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان تمام خاندانوں سے اعلیٰ وارفع ہے، اللہ کریم نے اپنے حبیب لبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ہر لحاظ سے بلند و بالا خاندان میں پیدا فرمایا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ ذیشان ہے:

عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ رضی الله عنه قَالَ جَاءَ الْعَبَّاسُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَكَأَنَّهُ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ أَنَا؟ فَقَالُوْا أَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ، قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ، فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَخَيْرِهِمْ نَسَبًا۔ ①

حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس وقت کافروں سے) کوئی ناگوار بات سنی تھی (اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت جلال کی کیفیت میں تھے، پس واقعہ پر مطلع ہو کر) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟

---

① الترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسی، سنن الترمذی، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دار الغراب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۸م، ج:۶، ص:۸، رقم الحدیث:۳۶۰۸

صحابہ نے عرض کیا: آپ پر سلامتی ہو، آپ رسولِ خدا ہیں۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں (رسولِ خدا تو ہوں ہی، اس کے علاوہ نسباً میں) محمد بن عبداللہ بن عبد المطلب ہوں۔ جب خدا نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے بہترین خلق (یعنی انسانوں) میں پیدا کیا، پھر مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا (یعنی عرب و عجم) تو مجھے بہترین طبقہ (یعنی عرب) میں رکھا۔ پھر ان کے مختلف قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ (یعنی قریش) میں پیدا کیا، پھر ان کے گھرانے بنائے تو مجھے (ان میں سے) بہترین گھرانہ میں پیدا کیا اور ان میں سے بہترین نسب والا بنایا، (اس لئے میں ذاتی شرف اور حسب و نسب کے لحاظ سے تمام مخلوق سے افضل ہوں)۔

اس حدیث پاک کے ایک ایک لفظ سے خاندانِ نبوت کی عظمت و فضیلت آشکار ہو رہی ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے اعمام وعمات
(چچے اور پھوپھیاں)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمام وعمات
(چچے اور پھوپھیاں)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؤں کی تعداد میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کی تعداد نو، بعض نے کہا کہ دس اور بعض کا قول ہے کہ ان کی تعداد بارہ ہے۔ بہرحال ان بارہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حارث (۲) ابوطالب (۳) زبیر (۴) حمزہ (۵) عباس (۶) ابولہب
(۷) غیداق (۸) مقوم (۹) ضرار (۱۰) قثم (۱۱) عبدالکعبہ (۱۲) حجل [1]

بعض مؤرخین نے مقوم کا ذکر نہیں کیا۔ ان کے مطابق عبدالکعبہ کا نام ہی مقوم ہے، اس طرح ان کے مطابق اعمائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد گیارہ ہے۔ جبکہ دس کا قول بھی نقل کیا گیا ہے، اس قول میں غیداق اور حجل کو شامل نہیں کیا گیا۔ بعض نے قثم کو بھی شامل نہ کر کے تعداد ۹ بیان کی ہے۔

مذکورہ بالا تمام میں سے مستند و متفق علیہ روایات کے مطابق صرف حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو قبولِ اسلام کا شرف حاصل ہوا، جبکہ حضرت ابو

---

① سبل الھدی والرشاد، ج:۱۱، ص:۸۲

طالب کے قبول اسلام کے بارے میں اختلاف ہے، لیکن ان کی خدماتِ اسلام سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ لہٰذا ذیل میں جناب ابوطالب کی اسلام اور بانئ اسلام کے لئے خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے حضرت عباس اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کی سیرت و سوانح کا تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب

حضرت ابوطالب، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد بزرگوار ہیں۔ آپ جناب عبدالمطلب کے وصی و جانشین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے حامی و مددگار تھے۔ آپ کی حیات طیبہ بے نظیر کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ آپ کی شخصیت دردمندوں اور محروموں کی پناہ گاہ تھی۔ اخلاق و اخلاص آپ کے وجود میں مجسم ہو گئے تھے۔

حضرت ابو طالب کے والد ماجد حضرت عبد المطلب اور آپ کی والدۂ ماجدہ جناب فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن مخزوم تھیں۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے واحد سگے بھائی تھے چونکہ دیگر کی والدہ مختلف تھیں۔ آپ کا نام عمران یا عبد مناف اور کنیت ابوطالب تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا اور دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آٹھ سال کی عمر سے آپ کے زیر کفالت رہے۔

جناب ابوطالب، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر محبت و مودت کا اظہار فرماتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس سلاتے اور جب کہیں باہر جاتے تو انھیں بھی ساتھ لے جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بہترین غذا کا انتظام کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دسترخوان پر حاضر ہوتے، اسی وقت

کھانے کا آغاز کرتے تھے۔ ①

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جناب ابو طالب سے بے انتہا محبت رکھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ نبوت و رسالت کے عمومی اعلان کے بعد بھی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابِ ابوطالب کے دسترخوان پر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔

جنابِ ابوطالب نے دشمنانِ اسلام کے خلاف ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی یہاں تک کہ شعبِ ابی طالب کے ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر بدل بدل کر اپنے بیٹوں کو سلاتے رہے تاکہ قریش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ یہ بھتیجے کی محبت کے علاوہ ان کے نظریہ سے بھی محبت کا ثبوت ہے کیونکہ بھتیجے کی محبت بیٹوں سے فوقیت نہیں رکھتی۔ جناب ابو طالب پچاس سال تک ہر لمحہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و حمایت کرتے رہے اور ہر قسم کے احتمالی خطروں سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے۔

کفار قریش بارہا جناب ابو طالب کی خدمت میں آئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغِ اسلام سے روک دیں، اس لئے کہ اس میں ان کے دین و آئین اور بت پرستی کی توہین ہے۔ کئی بار رجوع کے بعد کفار قریش نے آخر کار سخت دھمکی دی، یہاں تک کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی دھمکی دی۔ ایسی حالت میں بھی جناب ابو طالب نے اپنے پورے ایمان و ایقان کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی:

اذهب یا ابن أخی فقل ما أحببت فو الله لا أسلمك لشیء أبدا ②

---

① ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، دار الکتب العلمیة، بیروت، ط۔۱، (۱۴۱۰ھ)، ج:۱، ص:۹٦

② سبل الهدی والرشاد، ج:۲، ص:۳۲۷

اے جان برادر! آپ جو چاہتے ہیں کہیے، بیان کیجئے۔ خدا کی قسم! میں آپ کو کسی بھی قیمت پر (ان کے) حوالہ نہ کروں گا''۔

جناب ابوطالب کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یہ فرمایا کرتے تھے:

ما نالت قریش منّی شیئاً أکرهه حتی مات أبو طالب۔ ①

''اہل قریش اس وقت تک میرے خلاف ناپسندیدہ اقدام نہ کر سکے، جب تک کہ جناب ابوطالب انتقال نہ فرما گئے''۔

حضرت ابوطالب کے انتقالِ پُر ملال کا ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ، اولین سیرت نگار ابن اسحاق رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

''جب قریش کو آپ کی بیماری کا علم ہوا تو انہوں نے باہمی مشورہ کیا کہ حمزہ، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما جیسے لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت آہستہ آہستہ قریش کے جملہ قبائل میں بھی اپنا اثر دکھا رہی ہے۔ اٹھو، سب ابوطالب کے پاس چلیں۔ اب ان کا آخری وقت ہے، شائد ان کی کوشش سے ہمارے درمیان اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی و امی) کے درمیان کچھ مفاہمت ہو جائے۔ کچھ ہم ان کی باتیں مان لیں۔ کچھ وہ ہماری باتیں مان لیں۔ اس طرح ہمیں اس مصیبت سے چھٹکارا مل جائے گا۔

فَاِنَّا وَاللهِ مَا نَأمَنُ اَنْ یَّبْتَزُّوْنَا اَمْرَنَا۔

''ورنہ ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ وہ ہمارا خاتمہ کر کے چھوڑیں گے''۔

یہ طے کرنے کے بعد مکہ کے رؤساء میں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، ابوسفیان بن حرب اور چند دوسرے آدمی مل کر جناب ابوطالب کے پاس گئے اور بایں الفاظ اپنی حاضری کا مدّعا بیان کیا:

---

① سبل الھدی والرشاد، ج:۲، ص:۴۳۵

''اے ابوطالب! ہمارے دلوں میں آپ کی جو قدر و منزلت ہے، اس سے آپ باخبر ہیں۔ اب آپ کی یہ حالت ہے، ہم آپ کے بارے میں طرح طرح کے اندیشوں میں مبتلا ہیں۔ ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو نزاع ہے، وہ آپ کو بخوبی معلوم ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ انہیں بلائیں اور ہماری اور ان کی صلح کرا دیں۔ کچھ ہماری باتیں ان سے منوائیں اور کچھ ان کے مطالبات ہمیں ماننے کا حکم دیں تا کہ وہ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہم انہیں کچھ نہ کہیں۔ وہ ہمیں ہمارے حال پر رہنے دیں۔ ہم جانیں اور ہمارے عقائد اور ہم ان کو ان کے حال پر رہنے دیں۔ وہ جانیں اور ان کے نظریات۔

حضرت ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلانے کیلئے آدمی بھیجا۔ حضور تشریف لائے تو انہوں نے کہا:

''اے میرے بھائی کے فرزند! تیری قوم کے یہ سردار یہاں جمع ہوئے ہیں تا کہ کچھ دو اور کچھ لو کے اصول پر تمہارا جھگڑا طے ہو جائے اور آئندہ تم صلح و آشتی سے زندگی بسر کرو''۔

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا:

اے محترم چچا! انہیں فرمائیں میری صرف ایک بات مان لیں، سارے عرب کے بھی یہ مالک بن جائیں گے اور سارا عجم ان کا باج گزار بن جائے گا۔

ابوجہل جھٹ بولا:

نَعَمْ وَ اَبِيْكَ وَعَشَرُ كَلِمَاتٍ

تیرے باپ کی قسم! ایک بات نہیں، آپ ایسی دس باتیں بھی کہیں تو ہم ماننے کیلئے تیار ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہو

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَتَخْلَعُوْنَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ۔

''یعنی عبادت کے لائق کوئی نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کے علاوہ تم جن معبودوں کی پرستش کرتے ہو، ان کو پرے پھینک دو۔''

یہ سن کر ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور کہنے لگے:

یَا مُحَمَّدُ اَتُرِیْدُ اَنْ نَجْعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهاً وَاحِدًا؟ اِنَّ اَمْرَكَ لَعَجَبٌ۔

''یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم چاہتے ہو کہ ہم بہت سے خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کو مانیں، یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے۔''

وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ شخص تمہارا کوئی مطالبہ تسلیم نہیں کرے گا، چلو چلیں۔ تم اپنے عقیدہ پر پکے رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ یہ کہہ کر وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد حضرت ابوطالب نے اپنے بھتیجے پر کسی ناراضگی یا ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ کہا:

وَاللّٰهِ یَا بْنَ اَخِیْ، مَا رَأَیْتُكَ سَأَلْتَهُمْ شَطَطًا۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے کہا:

وَاللّٰهِ یَا بْنَ اَخِیْ، مَا رَأَیْتُكَ سَأَلْتَهُمْ شَحَطاً۔

''یعنی میں نہیں دیکھتا کہ تم نے کسی غلط بات کا ان سے مطالبہ کیا ہے۔''

شطط اور شحط، قریب المعنی لفظ ہیں۔

اَلشَّطَطُ تَبَاعُدٌ عَنِ الْحَقِّ

حق سے دور ہو جانا، شطط کہلاتا ہے۔

آپ کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ان کے بارے میں امید

پیدا ہوئی اور انہیں فرمایا:

اَیْ عَمِّ! فَاَنْتَ فَقُلْهَا، اَسْتَحِلُّ لَكَ بِهَا الشَّفَاعَةَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

''اے چچا! آپ یہ کلمہ کہئے، اس سے قیامت کے دن آپ کیلئے میری شفاعت روا ہو جائے گی۔''

انہوں نے جواب دیا:

يَا ابْنَ اَخِىْ لَوْ لَا مَخَافَةَ السُّبَّةِ عَلَيْكَ وَ عَلٰى بَنِىْ اَبِيْكَ مِنْ بَعْدِىْ وَ اَنْ تَظُنَّ قُرَيْشٌ اَنِّىْ اِنَّمَا قُلْتُهَا جَزْعاً لِّلْمَوْتِ لَقُلْتُهَا لَا اَقُوْلُهَا اِلَّا لِاُسِرَّكَ بِهَا۔

''اے میرے بھتیجے! اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میرے مرنے کے بعد تمہیں اور تیرے بھائیوں کو لوگ مطعون کریں گے اور قریش یہ گمان کریں گے کہ میں نے یہ کلمہ موت کے ڈر سے پڑھا ہے، تو میں ضرور پڑھتا اور میں یہ کلمہ صرف تمہیں خوش کرنے کیلئے پڑھتا۔''

جب موت کا وقت قریب آ گیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ اپنے ہونٹ ہلا رہے ہیں، انہوں نے کان لگا کر سنا اور عرض کیا:

يَا ابْنَ اَخِىْ وَ اللّٰهِ لَقَدْ قَالَ اَخِىْ اَلْكَلِمَةَ الَّتِىْ اَمَرْتَهٗ اَنْ يَّقُوْلَهَا۔

''اے میرے بھتیجے! بخدا! میرے بھائی نے وہی کلمہ پڑھا ہے، جس کے پڑھنے کا آپ نے انہیں حکم دیا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَمْ اَسْمَعْ۔ (1)

---

(1) ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۔۱، (۱۴۰۸ھ)، ج:۳،ص:۱۵۱۔۱۵۲

میں نے نہیں سنا۔

حضرت ابو طالب کی زندگی کے آخری لمحات ہیں، آپ کے قبیلہ کے سر کردہ لوگ اکٹھے ہیں، اس وقت آپ نے ان سب کو ایک وصیت کی، جس سے آپ کی اولوالعزمی، بالغ نظری، حکمت و دانائی کے ساتھ ساتھ آپ کی شان فصاحت و بلاغت کے جلوے بھی نظر آتے ہیں۔ ''سبل الھدی والرشاد'' میں حضرت ابو طالب کی زندگی کے آخری لمحات کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے کہ آپ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے گروہ قریش! تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے چن لیا ہے۔ تم سارے عرب کا دل ہو، یہ اچھی طرح جان لو کہ تم نے تمام اچھی صفات اپنے اندر جمع کر لی ہیں، شرف وعزت کے تمام مدارج تم نے پا لئے ہیں، انہی گونا گوں خوبیوں کی وجہ سے تمہیں دوسری قوموں پر برتری حاصل ہوئی۔

میں تمہیں اس مکان (بیت اللہ شریف) کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اسی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور اس پر تمہاری معاش کا دارومدار ہے اور اسی سے تمہارا دبدبہ قائم ہے۔ قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا، قطع رحمی سے باز رہنا کیونکہ صلہ رحمی سے زندگی طویل ہوتی ہے اور دوستوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ بغاوت، سرکشی کو ترک کر دینا کیونکہ اسی وجہ سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔ جو دعوت دے اس کو قبول کرنا، سائل کو خالی نہ لوٹانا، کیونکہ اسی میں زندگی اور موت کی عزت ہے، سچ بولنا، امانت میں خیانت نہ کرنا، ان خوبیوں کی وجہ سے خواص کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور عوام کے دلوں میں عزت۔''

ان وصایا کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے جناب ابو طالب نے ارشاد فرمایا:

وإنى أوصيكم بمحمد خيرا فإنه الأمين فى قريش والصدّيق فى العرب، وهو الجامع لكل ما أوصيكم به، وايم الله كأنى أنظر إلى صعاليك العرب وأهل البرّ فى الأطراف والمستضعفين من الناس قد أجابوا دعوته وصدّقوا كلمته وعظّموا أمره فخاض بهم غمرات الموت فصارت رؤساء قريش وصناديدها أذنابا ودورها خرابا وضعافها أربابا وأعظمهم عليه أحوجهم إليه وأبعدهم منه أحظاهم عنده، قد محضته العرب ودادها وأصفت له فؤادها وأعطته قيادها، دونكم يا معشر قريش ابن أبيكم كونوا له ولاة، ولحربه حماة، والله لا يسلك أحد منكم سبيله إلا رشد ولا يأخذ أحد بهديه إلا سعد ولو كان لنفسى مدة ولأجلى تأخير لكفيت عنه الهزاهز ولدافعت عنه الدواهى ثم إن أبا طالب مات بعد ذلك۔ ①

''میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھلائی کرنا کیونکہ سارے قبیلہ قریش میں وہ ''الامین'' کے لقب سے ملقب ہیں اور سارے اہل عرب انہیں ''الصدیق'' کہتے ہیں۔جن خصائل حمیدہ کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے، وہ ان تمام کے جامع ہیں۔ بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے مفلسوں اور ناداروں نے، دور دراز علاقوں میں رہنے والوں نے، کمزور اور ضعیف لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کرلیا ہے، ان کے دین کی تعظیم کی ہے۔گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی برکت سے وہ لوگ قریش کے سردار بن گئے ہیں اور قریش کے سردار

---

① سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج:۲،ص:۴۲۸

پیچھے رہ گئے ہیں، ان کے محلات غیر آباد ہو گئے ہیں۔عرب کے سارے باشندے ان کے ساتھ دل سے محبت کرنے لگے ہیں، اپنے دلوں کو اس کی محبت وعقیدت کیلئے انہوں نے مخصوص کر دیا ہے اور اپنی زمامِ قیادت ان کے ہاتھ میں دے دی ہے۔

اے گروہ قریش! اپنے باپ کے بیٹے کے مددگار اور دوست بن جاؤ، جنگوں میں اس کے حامی اور ناصر بن جاؤ۔خدا کی قسم! جو شخص اس کی راہ پر چلے گا ،ہدایت پا جائے گا اور جو اس کے دینِ ہدایت کو قبول کر لے گا، وہ نیک بخت اور بلند اقبال بن جائے گا،اگر میری زندگی میں کچھ گنجائش ہوتی اور میری موت میں کچھ تاخیر ہوتی تو میں ساری جنگوں میں اس کی کفالت کرتا اور تمام آلام ومصائب سے اس کا دفاع کرتا۔اس وصیت کے بعد آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی"۔

حضرت ابوطالب کی خدماتِ اسلام کے بارے میں ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ "ضیاء النبی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت ابوطالب نے عمر بھر اپنی جان سے عزیز بھتیجے کی خدمات جس وفا شعاری سے انجام دیں، اس کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی ملنی مشکل ہے۔اعلانِ نبوت کے بعد سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن خارہ گداز مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا، ان میں آپ نے حضور کو کبھی تنہا نہیں چھوڑا۔ساری قوم کی مخالفت اور عداوت مول لی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت سے منہ نہیں موڑا۔اپنا اثر ورسوخ،اپنا مال ومتاع، اپنے اہل وعیال،سب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع کیلئے وقف کر دیا۔

شعب ابی طالب کی طویل اور روح فرسا تنہائی میں، ساری مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ہر قدم پر حضور کا ساتھ دیا، ہر نازک سے نازک مرحلہ پر

دشمنوں کے ہر وار کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے، اپنے خطبات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت سرائی کرتے رہے، طویل قصیدے لکھے، جن میں آج بھی ہاشمی و مطلبی فصاحت کے انوار دمک رہے ہیں۔ ان قصائد میں حضور کی تعریف وتوصیف کے ایسے سچے موتی پروئے، جن کی چمک کے سامنے آسمان کے ستارے خجل ہیں۔ محبت وعقیدت کے پھولوں سے ایسے گلدستے تیار کئے جن کی مہک سے آج بھی مشام جاں معطر ہو رہی ہے۔ جن کی نظر افروز رنگت آج بھی آنکھوں کو ضیاء بخش رہی ہے۔ ان کے سارے کلام میں کہیں بت پرستی اور بت پرستوں کی ستائش نام کی کوئی چیز نہیں۔ وہ اپنی عملی زندگی میں اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کے سامنے ہمیشہ ایک چٹان بن کر کھڑے رہے۔ جب آپ بستر مرگ پر پیکِ اجل کا انتظار کر رہے تھے، اہل مکہ کا وفد حاضر ہو کر گزارش کرتا ہے۔ ہمارے درمیان اور اپنے بھتیجے کے درمیان مصالحت کرا دیجئے۔ مصالحت کیلئے حضور کی اس دعوت کے بارے میں یوں اظہار فرماتے ہیں:

وَاللهِ مَا رَأَيْتُكَ سَأَلْتَهُمْ شَطَطاً۔

اور دم واپسیں سے پہلے اپنے قبیلہ کے افراد کو جو آپ نے آخری وصیت کی ہے، اس کے صرف اس جملہ پر ایک نظر ڈال لیجئے۔

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! اِبْنُ اَبِيْكُمْ، كُوْنُوْا لَهُ وَلَاةً وَ لِحَرْبِهِ حِمَاةً وَ اللهِ لَا يَسْئَلُكُ اَحَدٌ مِّنْكُمْ سَبِيْلَهٗ اِلَّا رَشَدَ وَ لَا يَأْخُذُ اَحَدٌ بِهَدْيِهِ اِلَّا سَعَدَ۔

''اے گروہ قریش! یہ تمہارے باپ کے بیٹے ہیں، ان کے دوست بن جاؤ، جنگوں میں ان کے حامی بن جاؤ۔ بخدا! تم میں سے جو شخص ان کے راستہ پر چلے گا ہدایت پائے گا اور جو شخص ان کی ہدایت کو قبول کرے گا، وہ سعادت مند ہو

جائے گا۔"

اس کے بعد آپ کے بے شمار اشعار میں سے مندرجہ ذیل چند شعر پڑھیئے، یوں کہنے والے کے ایمان کے بارے میں فیصلہ کرنے میں آپ کو آسانی ہوگی۔

اَ لَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنا مُحَمَّداً
نَبِيّاً كَمُوْسٰى خُطَّ فِي اَوَّلِ الْكُتُبِ

"کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موسیٰ کی طرح نبی پایا ہے اور یہ بات پہلی کتابوں میں لکھی گئی تھی۔"

فَلَسْنَا وَ رَبِّ الْبَيْتِ نُسْلِمُ اَحْمَدَا
لعَزَّا مِنْ عَضِّ الزَّمَانِ وَلَا كَرَبِ

"اس گھر کے رب کی قسم! ہم وہ لوگ نہیں ہیں کہ احمد کو تمہارے حوالے کر دیں، زمانے کی شدتوں اور تکلیفوں سے تنگ آ کر۔"

ایک اور قصیدہ میں شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں اپنی کوثر و سلسبیل سے دھلی ہوئی زبان میں بیان فرماتے ہیں۔

وَ اَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى وَ عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

"وہ روشن چہرے والے، جن کے چہرے کے وسیلہ سے بادل طلب کیا جاتا ہے، وہ یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کی آبرو ہے۔"

وہ ہستی جس کا کردار اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں یہ تھا اور جس کا منظوم کلام اس قسم کے درّہائے شہوار سے بھرا ہوا ہے، ایسی ہستی پر کفر و شرک کا

الزام لگانا بڑا کٹھن کام ہے۔ ①

جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام یا عدمِ قبولِ اسلام کے حوالہ سے امت مسلمہ میں اختلاف رہا ہے، جبکہ امت کا معتدل طبقہ اس مسئلہ میں سکوت اختیار کرنے کا درس دیتا ہے، جس میں یقیناً نجات کا سامان موجود ہے۔ سکوت کا یہ طریقۂ کار آیاتِ قرآنیہ کا مدلول بھی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کی تکذیب کی اور روشن معجزات کے باوجود ان کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، تب قومِ فرعون میں سے ایک رجل رشید، جو درحقیقت مسلمان تھا لیکن اپنا ایمان ظاہر نہ کرتا تھا، یوں گویا ہوا:

وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ وَ اِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ②

''اس موقع پر آلِ فرعون میں سے ایک مؤمن شخص جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، بول اٹھا کہ کیا تم ایک شخص کو صرف اِس بنا پر قتل کر دو گے کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے؟ حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا ہے۔ (سن لو) اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ خود اسی پر پلٹ جائے گا لیکن اگر وہ سچا ہے تو جن ہولناک نتائج کا وہ تم کو خوف دلاتا ہے، ان میں سے کچھ تو تم پر ضرور ہی آ جائیں گے''۔

---

① محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، (۱۴۲۰ھ)، ج: ۲، ص: ۴۲۲_۴۲۳

② المومن ۴۰: ۲۸،

(اس لئے ان کے بارے میں قلم یا زبان کے ذریعے طعن کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہئے کہ اگر وہ سچے ہوئے تو اس کا انجام بھگتنا پڑے گا)۔

اس آیت کریمہ سے عقلی طور پہ یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بارے میں اگر کوئی کلماتِ خیر ادا نہ کر سکیں تو سکوت بہتر ہے، کیونکہ نازیبا و نامناسب کلمات کی صورت میں ہم اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے ایمان کی کھیتی کو جلا کر خاکستر کرنے والے ہوں گے۔ لہٰذا سب سے بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ انسان ان کے موجود اوصاف کو اجاگر کرے اور ان کے اسلام کے بارے میں کما حقہ سکوت کے نظریہ پر کاربند رہے اور حتی الوسع کوشش کرے کہ ان ہستیوں کے بارے میں کسی بھی قسم کی غیر شائستہ گفتگو نہ زبان پر لائے اور نہ قلم کے ذریعے اس کا اظہار کرے۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

اللہ رب العزت نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبتِ گرامی کے سبب حضرات اہل بیت کرام وحضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو امتیازی شان اور خصوصی فضیلت عطا فرمائی۔ ان کے سروں پر عظمت و رفعت کا تاج سجایا اور انہیں شرف وعزت کی نعمتِ لازوال سے مالا مال فرمایا۔ پروردگارِ عالم نے حضرات اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو ہر طرح کی نجاست خواہ وہ فکری ہو یا اعتقادی، ظاہری ہو یا باطنی سے پاک وصاف رکھا اور ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ﺝ ①

---

① الاحزاب، ۳۳:۳۳

اے نبی کے گھرانے والو! بیشک اللہ تعالی تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں خوب پاکیزہ فرما دے۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار یوں فرمایا:

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ وَ اَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِيۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ○ [1]

اللہ تعالی ان تمام (صحابۂ کرام) سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالی سے راضی ہو گئے، اور اللہ تعالی نے ان کے لئے (بہشت کے) ایسے باغ تیار کئے ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

ہمارے لئے سعادت اور نجات کا ذریعہ یہی ہے کہ ہم اپنے دلوں کو حضرات اہل بیت کرام کی محبت سے آباد کریں اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کو اپنے قلوب میں جاگزیں کریں، کیونکہ یہی وہ مقدس حضرات ہیں جو ہماری نجات کا ذریعہ بھی ہیں اور ہمارے لئے ہدایت کا معیار بھی ہیں۔

ان ذواتِ قدسیہ میں بعض وہ مقدس ہستیاں ہیں، جنہیں خالق کائنات نے اہل بیت نبوت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے شرف سے بھی نوازا ہے اور صحابیت کے درجۂ باکمال سے بھی بہرہ مند فرمایا ہے، انہی مقدس، باکمال و بے مثال اور عبقری شخصیات میں ایک صاحبِ عظمت و رفعت ہستی حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی بھی ہے۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے چچا تھے۔

---

[1] التوبۃ، ۹:۱۰۰

آپ کا اسم گرامی عباس ، ابو الفضل کنیت ، والد کا نام عبد المطلب اور والدہ کا نام نتیلہ بنت جناب تھا، آپ واقعہ فیل سے پہلے پیدا ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقریباً دو برس بڑے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور ادب کا عالم یہ تھا کہ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ؟

آپ نے اس خوبصورت پیرائے میں جواب دیا کہ

هو أكبر مني، وأنا ولدت قبله ①

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فضائل و مراتب و مقامات میں) مجھ سے بڑے ہیں، ہاں میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔

یوں آپ نے سائل کی مراد بھی پوری کر دی اور شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی بھرپور لحاظ رکھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ عہد طفولیت میں گم ہو گئے تھے۔ آپ کی والدہ نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی نذر مانی، چنانچہ ان کے صحیح وسلامت مل جانے کے بعد نہایت تزک واحتشام کے ساتھ یہ نذر پوری کی گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پہلی عرب خاتون تھیں، جنہوں نے ایامِ جاہلیت میں خانہ کعبہ کو دیباج وحریر سے مزین کیا۔ ②

حضرت عباس رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں قریش کے ایک سربرآوردہ رئیس تھے۔ خانہ کعبہ کا اہتمام وانصرام اور لوگوں کو پانی پلانے کا عہدہ ان کو اپنے والد محترم جناب عبد المطلب سے وراثت میں ملا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں اعلانیہ دعوتِ توحید کی صدا بلند فرمائی تو

---

① سبل الهدى والرشاد، ج:۱۱، ص: ۹۳

② الطبقات الكبرىٰ، ج:۸، ص:۱۶

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اگرچہ بظاہر ایک عرصہ تک بیعت کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا، تاہم دل سے آپ اس تحریک کے حامی تھے، چنانچہ اہل مدینہ نے جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی اور زمانۂ حج میں بہتر (۷۲) انصار نے کفار سے چھپ کر منیٰ کی ایک گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی، اس رازداری کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

انہوں نے انصار سے خطاب کر کے کہا:

''اے گروہِ خزرج! تم کو معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خاندان میں معزز ومحترم رہے ہیں اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہم نے ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے، اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں۔

فَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنَّكُمْ وَافُونَ لَهُ بِمَا دَعَوْتُمُوهُ إِلَيْهِ، وَمَانِعُوهُ مِمَّنْ خَالَفَهُ، فَأَنْتُمْ وَمَا تَحَمَّلْتُمْ مِنْ ذَلِكَ، وَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ أَنَّكُمْ مُسْلِمُوهُ وَخَاذِلُوهُ بَعْدَ الْخُرُوجِ بِهِ إِلَيْكُمْ، فَمِنَ الْآنَ فَدَعُوهُ، فَإِنَّهُ فِي عِزٍّ وَمَنَعَةٍ مِنْ قَوْمِهِ وَبَلَدِهِ[1]

اگر تم ایفائے عہد کر سکو اور ان کے مخالفین سے ان کا دفاع کر سکو تو بہتر ہے، اور اگر انہیں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لے جانے کے بعد دھوکا دینے کا ارادہ ہے تو ابھی ان کا دامن چھوڑ دو، کیونکہ وہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں عزت اور حفاظت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

انصار مدینہ نے اس کلام کے جواب میں جان نثاری و وفاشعاری کی حامی بھری اور اس کے کچھ عرصہ کے بعد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

---

① السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، ج:۱، ص:۴۴۱

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ مشرکین مکہ کے مجبور کرنے پر ان کے ساتھ معرکہ بدر میں شریک ہوئے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقتِ حال سے آگاہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہدایت فرمائی کہ اگر اثنائے جنگ عباس اور دوسرے بنی ہاشم سامنے آجائیں تو قتل نہ کیے جائیں، کیونکہ وہ زبردستی میدان میں لائے گئے ہیں۔

اس جنگ میں دوسرے مشرکینِ قریش کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی گرفتار ہوئے تھے۔ اتفاق سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مشکیں اس قدر مضبوطی سے باندھی گئی تھیں کہ وہ دردناک آواز کے ساتھ کراہ رہے تھے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے کراہنے کی آواز سن کر بے چینی و اضطراب کی کیفیت میں رات کو آرام نہ فرما سکے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو تو انہوں نے ان کی مشکیں ڈھیلی کردیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس کے کراہنے کی آواز نہ سنی تو اس کی بابت استفسار فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا کہ ان کی مشکیں ڈھیلی کردی گئی ہیں۔ اس وقت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فافعل ذلك بالأسرى كلهم [1]

باقی قیدیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کرو۔

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک مکہ میں مقیم رہے اور اعلانیہ دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوئے۔ یہ درحقیقت ایک مصلحت پر مبنی تھا۔ آپ کفار مکہ کی نقل وحرکت اور ان کے رازہائے سربستہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دیتے تھے، نیز اس سرزمینِ کفر میں جو ضعفائے اسلام رہ گئے تھے، ان کے لیے تنہا ماویٰ وملجا تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عباس نے جب کبھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت

---

(1) اسد الغابۃ، ج: ۳، ص: ۶۱

کی اجازت طلب کی تو آپ نے باز رکھا اور فرمایا کہ

مقامك بمكة خير فلذلك قال رَسُول اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْم بدر من لقي العباس فلا يقتله، فإنه أخرج كرهًا ①

آپ کا مکہ میں مقیم رہنا بہتر ہے، یہی وجہ ہے کہ غزوۂ بدر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس کا سامنا حضرت عباس سے ہو، وہ اسے قتل نہ کرے کیونکہ وہ مجبور ہو کر نکلے ہیں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی فرمایا کہ:

أنت آخر المهاجرين كما أنني آخر الأنبياء ②

خدا نے جس طرح مجھ پر نبوت ختم کی ہے، اسی طرح آپ مہاجرین میں آخری ہیں۔

اگرچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک عرصہ تک اپنے ایمان کو مشرکین مکہ سے مخفی رکھا، تاہم اپنے دلی رجحان کو چھپا نہ سکے۔ ایک مرتبہ حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر مکہ آئے۔ اس زمانہ میں جنگِ خیبر درپیش تھی اور اہلِ مکہ نہایت بے چینی اور بے صبری کے ساتھ اس کے نتائج کے منتظر تھے۔ اہل مکہ نے حضرت حجاج کو مدینہ کی طرف سے آتے ہوئے دیکھ کر گھیر لیا اور حالاتِ جنگ کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت حجاج چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر مکہ میں آئے تھے، اس لئے جواباً بولے:

خیبر کی جنگ میں مسلمانوں کو نہایت عبرت ناک شکست ملی ہے۔ محمد

---

① اسد الغابۃ، ج:۳، ص:۶۱

② اسد الغابۃ، ج:۳، ص:۶۱

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرفتار ہوئے اور ان کے اکثر جان نثار قتل کیے گئے ہیں۔ میں اپنا مال لینے آیا ہوں کہ دوسرے تاجروں کو خبر نہ ہونے سے پہلے اہلِ خیبر سے تمام مالِ غنیمت خرید لوں۔

اس خبر سے یکا یک تمام مکہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ وادیٔ بطحاء کا ہر بچہ بادۂ انبساط سے مخمور ہو گیا، گھر گھر خوشی کے ترانے گائے جانے لگے، لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا گھر ماتم کدہ تھا۔ وہ افسردہ دل اور مغموم صورت کے ساتھ حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ سے تخلیہ میں ملے اور پوچھا:

حجاج! کیا یہ خبر صحیح ہے؟

وہ بولے: نہیں، خدا کی قسم! آپ کے لیے نہایت خوش آئند خبر ہے۔ خدا نے آپ کے بھتیجے کو خیبر پر کامل فتح عطا فرمائی، اکثر رؤسائے خیبر قتل کیے گئے، ان کا تمام مال واسباب مجاہدینِ اسلام کے ہاتھ آیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں چھوڑا کہ خیبر کی شہزادی داخلِ حرم ہو رہی تھی، وہ اسلام قبول کر چکی ہے۔ میں یہاں صرف اس لیے آیا ہوں کہ حیلہ کے ساتھ اپنا مال وصول کروں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملوں۔ آپ میرے جانے کے بعد تین دن تک اس خبر کو پوشیدہ رکھیں، کیونکہ مجھے تعاقب کا خوف ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مسرت وانبساط کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ بمشکل تین دن تک اس کو چھپا سکے اور چوتھے روز نہا دھو کر اور بیش قیمت کپڑے زیب تن کر کے ہاتھ میں عصا لیے ہوئے خانہ کعبہ آئے اور طواف کرنے لگے۔ لوگوں نے طنز کرتے ہوئے کہا:

خدا کی قسم! یہ مصیبت پر اظہارِ صبر ہے۔

حضرت عباس علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس کی تم نے قسم کھائی، ہرگز نہیں! بالکل غلط ہے، بے شک خیبر فتح ہو گیا اور اس کا ایک ایک کونہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کے تصرف میں ہے۔ یہاں تک کہ خیبر کی شہزادی داخل حرم ہو چکی ہے۔

لوگوں نے تعجب سے پوچھا، یہ خبر کہاں سے آئی؟

آپ نے فرمایا: یہ خبر حجاج بن علاط نے بیان کی، جو اسلام قبول کر چکے ہیں اور یہاں محض اپنا مال لینے آئے تھے۔ اس حقیقت نے مشرکین مکہ کی تمام مسرت خاک میں ملا دی اور وہ ایک فریب خوردہ دشمن کی طرح دانت پیسنے لگے۔ ①

فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ہجرت کی اجازت مل گئی، چنانچہ وہ مع اہل وعیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعلانیہ بیعت کر کے مستقل طور سے مدینہ میں سکونت پزیر ہوئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو غزوۂ حنین میں حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کی باگ تھامے ہوئے ساتھ ساتھ دوڑتے تھے، فرماتے ہیں کہ اثنائے جنگ جب کفار کا غلبہ ہوا اور نومسلموں نے میدان جنگ سے انحراف کر لیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عباس! نیزہ برداروں کو آواز دو۔

فطرتاً میری آواز نہایت بلند تھی، میں نے "این اصحاب السمرة؟" کا نعرہ مارا تو سب کے سب یکا یک پلٹ پڑے اور یوں شکست، فتح میں تبدیل ہو گئی۔ ②

علاوہ ازیں آپ کو محاصرۂ طائف، غزوۂ تبوک اور حجۃ الوداع میں بھی

---

① اسد الغابۃ، ج:۱، ص:۶۹۰

② حنبل، احمد بن محمد، ابو عبد اللہ، المسند، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، ج:۳، ص:۲۹۶

شرکت کا شرف حاصل ہے۔

بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو خاص مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عم محترم کی نہایت تعظیم وتوقیر فرماتے تھے اوران کی معمولی اذیت سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلیف میں مبتلا ہوجاتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے بارگاہِ نبوت میں شکایت کی کہ قریش جب باہم ملتے ہیں تو ان کے چہروں پر تازگی و شگفتگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں، لیکن جب ہم سے ملتے ہیں تو بشاشت کے بجائے برہمی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر جلال میں آگئے اور فرمایا:

وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ لَایَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الإِیمَانُ حَتَّی یُحِبَّکُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ، ثُمَّ قَالَ یَا أَیُّهَا النَّاسُ مَنْ آذٰی عَمِّی فَقَدْ آذَانِی فَإِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِیهِ [1]

قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ جو شخص خدا اور رسول کے لیے تم لوگوں سے محبت نہ کرے گا، اس کا دل نورِ ایمان سے خالی ہوگا، پھر فرمایا:

اے لوگو! جس نے میرے چچا کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت میں مبتلا کیا، کیونکہ انسان کا چچا اس کے باپ کا قائم مقام ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی عزت و احترام کا مخصوص لحاظ رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر ان کو اپنے مشوروں میں شریک کرتے تھے اور قحط و خشک سالی کے موقعوں پر ان سے دعائیں کراتے تھے۔

---

① سنن الترمذی، باب مناقب ابی الفضل عم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج:٦، ص:١١٢، رقم الحدیث: ٣٧٥٨

قحط عام الرمادہ کے موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر یوں دعا کی:

خدایا! پہلے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پکڑ کر حاضر ہوتے تھے اور اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم کا وسیلہ لے کر آئے ہیں، ان کے طفیل ہمیں سیراب فرما اور ہمیں خائب وخاسر نہ لوٹا۔

ان کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا تو یکا یک صاف وشفاف آسمان پر ابر نمودار ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں بارانِ رحمت سے تمام کوہ وبیابان جل تھل ہو گئے۔ [1] حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا ہے۔

سال الامام وقد تتابع جدبنا
فسقى الغمام بغرة العباس
عم النبي وصنو والده الذي
ورث النبي بذاك دون الناس
احيى الاله به البلاد فاصبحت
مخضرة الاجناب بعد الياس [2]

امام کے دعا مانگنے پر بھی خشک سالی بڑھتی گئی، لیکن عباس کی شرافت کے طفیل ابر نے سیراب کر دیا۔

وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور آپ کے والد کے حقیقی بھائی ہیں۔ انہوں نے تمام لوگوں کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت پائی۔

---

① القرطبی، یوسف بن عبداللہ، ابو عمر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۲ھ، ج:۲،ص: ۸۱۴

② الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۲،ص:۸۱۵

ان کے طفیل خدا نے ملک کو زندہ کر دیا اور نا امیدی کے بعد پھر تمام میدان سرسبز ہو گئے۔

چونکہ یہ بارش نہایت غیر متوقع تھی، اس لیے لوگ فرط مسرت سے ان کے ہاتھ پاؤں چوم چوم کر کہتے تھے ''ساقئ حرمین! مبارک ہو، ساقئ حرمین! مبارک ہو''۔ ①

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نہایت فیاض، کشادہ دست، مہمان نواز اور رحم دل تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم مقام بقیع میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اسی اثناء میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی جانب آتے دیکھ کر فرمایا:

هذا العباس عم نبيكم، أجود قريش كفا وأوصلها ②

یہ عباس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں۔ یہ قریش میں سب سے زیادہ کشادہ دست اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دس بیٹے تھے، جن کے اسماء یہ ہیں:

فضل بن عباس، عبداللہ بن عباس، عبیداللہ بن عباس، معبد بن عباس
قثم بن عباس، عبدالرحمٰن بن عباس، کثیر بن عباس، حارث بن عباس
عون بن عباس، تمام بن عباس رضوان اللہ علیہم ③

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اٹھاسی برس کی عمر پا کر ۱۲ رجب ۳۲ھ بروز جمعہ راہئ ملکِ عدم ہوئے۔ ④ خلیفۂ ثالث حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ

---

① الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۲، ص:۸۱۶

② اسد الغابۃ، ج:۳، ص:۱۶۳

③ اسد الغابۃ، ج:۳، ص:۱۶۳

④ اسد الغابۃ، ج:۳، ص:۱۶۳

پڑھائی اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتر کر سپردخاک کیا۔آپ رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

سید الشہداء، شیر خدا حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شرفِ صحابیت کے ساتھ ساتھ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبتِ قرابت بھی حاصل ہے اور رشتۂ رضاعت بھی۔آپ نسبی رشتہ کے لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان اور رضاعی بھائی بھی تھے۔حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بہادر، سخی، خوش اخلاق، قریش کے دلآویز جوان اور غیرت مندی میں انتہائی بلند مقام کے مالک تھے۔آپ کا اسم گرامی :حمزہ، کنیت: ابوعمارہ، لقب: اسد اللہ واسد رسول اللہ ہے۔آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ہالہ بنت اہیب بن عبدمناف بن زہرہ ہے۔حضرت ہالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی چچازاد بہن تھیں۔جیسا کہ سیرت کی معروف کتاب ''الروض الانف''میں مذکور ہے:

وَأُمُّهُ هَالَةُ بِنْتُ أُهَيْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ وَأُهَيْبُ عَمّ آمِنَةَ بِنْتِ وَهْبٍ تَزَوّجَهَا عَبْدُ الْمُطّلِبِ، وَتَزَوّجَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّهِ آمِنَةَ فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ فَوَلَدَتْ هَالَةُ لِعَبْدِ الْمُطّلِبِ حَمْزَةَ وَوَلَدَتْ آمِنَةُ لِعَبْدِ اللّهِ رَسُولَ اللّهِ - صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَ سَلّمَ- ثُمّ أَرْضَعَتْهُمَا ثُوَيْبَةُ[1]

''سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہالہ بنت اُہَیب بن عبد مناف بن زُہرَہ ہیں اور حضرت اہیب سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے چچا جان ہیں۔حضرت

---

① السہیلی، عبدالرحمن بن عبداللہ، ابوالقاسم، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ، ج:۳،ص:۵۸

عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت ہالہ سے نکاح کیا اور اس زمانہ میں آپ کے شہزادے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا۔ حضرت ہالہ کے بطن سے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تولد ہوئے، پھر حضرت ثُوَیبَہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں حضرات کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی''۔

یوں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی ہونے کے شرف سے مشرف ہوئے۔ آپ کی رضاعی ماں حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا ابولہب کی آزاد کردہ کنیز تھیں۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس سال کی عمر مبارک میں اظہارِ نبوت فرمایا۔ مستقل مزاجی اور اخلاص وللّٰہیت پر مبنی کوششوں کے طفیل دن بہ دن لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ ضعیف اور کمزور لوگوں کے بعد اب ایسے لوگوں کی باری تھی جو جاہ وجلال، عزت وعظمت رکھتے ہوں اور اہل مکہ میں جن کا رعب و دبدبہ ہو، جن کے فیصلوں کو قبولیتِ عامہ حاصل ہو اور جن کی بات پتھر پر لکیر کی سی حیثیت رکھتی ہو۔ چنانچہ اعلان نبوت کے چھٹے سال ایسی مقدس ہستیاں قلعۂ اسلام میں داخل ہوئیں، جن کی بدولت اسلام کا پرچم مزید بلند ہوا اور مسلمان اعلانیہ طور پر معبودِ حقیقی کی عبادت کرنے لگے۔ ان ہستیوں میں سیدنا حمزہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما قابل الذکر ہیں۔

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد محبت کرتے تھے، چچا ہونے کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس محبت کا بسا اوقات اظہار فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خیر إخوتی علی، وخیر أعمامی حمزة[1]

''میرے بہترین بھائی علی ہیں اور بہترین چچا حمزہ رضی اللہ عنہما ہیں''۔

سردارانِ قریش میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جرات واستقامت اور بہادری و جوانمردی کا پیکر تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ صبح شکار کے لئے جاتے تو شام کو گھر واپس لوٹتے تھے۔ بعد ازاں خانۂ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد گھر لوٹتے تھے۔ ایک دن معمول کے مطابق جب آپ شکار سے واپس لوٹے تو کسی نے آپ رضی اللہ عنہ کو بتایا:

يَا أَبَا عُمَارَةَ لَوْ رَأَيْت مَا لَقِيَ ابْنَ أَخِيك مُحَمّدٍ آنِفًا مِنْ أَبِي الْحَكَمِ بْنِ هِشَامٍ وَجَدَهُ هَهُنَا جَالِسًا، فَآذَاهُ وَسَبّهُ وَبَلَغَ مِنْهُ مَا يَكْرَهُ ثُمّ انْصَرَفَ عَنْهُ وَلَمْ يكلمهُ مُحَمَّد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم[2]

''اے ابو عمارہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ آج ابوالحکم بن ہشام نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ کیسا گستاخانہ برتاؤ کیا جبکہ وہ یہاں بیٹھے ہوئے تھے؟ ابوجہل نے انہیں اذیت دی اور سبّ وشتم کیا۔ آپ کے بھتیجے کو ابوجہل کی جانب سے ناپسندیدہ حرکات کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کے بھتیجے نے کوئی جوابی کاروائی نہ کی''۔

یہ سن کر سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی تیر کمان لے کر ابوجہل کے پاس پہنچ گئے اور کمان سے بڑی قوت کے ساتھ اس کے سر پر ایسا مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور فرمایا:

---

① سبل الھدی والرشاد، ج:۱۱، ص:۹۰

② الروض الانف، ج:۱، ص:۵۹

أَتَشْتُمُهُ فَأَنَا عَلَى دِينِهِ أَقُولُ مَا يَقُولُ ①

کیا تو انہیں بُرا بھلا کہتا ہے؟ میں بھی انہی کے دین پر ہوں اور اسی چیز کا اقرار کرتا ہوں جس کا اقرار نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے ہیں۔

یہ دیکھ کر قبیلہ بنی مخزوم کے لوگ ابو جہل کی مدد کیلئے آئے تو اس نے یہ سوچ کر کہ کہیں بنی ہاشم سے بنی مخزوم کی جنگ نہ چھڑ جائے، کہا:

''جانے دو! میں آج ان کے بھتیجے کے ساتھ بہت سختی سے پیش آیا ہوں''۔ ②

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مشرف بہ اسلام ہونا دراصل سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے مقبول کا نتیجہ تھا، خود سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

أَنَّهُ قَالَ لَمَّا احْتَمَلَنِي الْغَضَبُ وَقُلْتُ أَنَا عَلَى آبَائِي وَقَوْمِي، وَبِتُّ مِنَ الشَّكِّ فِي أَمْرٍ عَظِيمٍ لَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ أَتَيْتُ الْكَعْبَةَ، وَتَضَرَّعْتُ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ أَنْ يَشْرَحَ صَدْرِي لِلْحَقِّ وَيُذْهِبَ عَنِّي الرَّيْبَ فَمَا اسْتَتْمَمْتُ دُعَائِي حَتَّى زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ وَامْتَلَأَ قَلْبِي يَقِينًا أَوْ كَمَا قَالَ- فَغَدَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِي، فَدَعَا لِي بِأَنْ يُثَبِّتَنِي اللّٰهُ وَقَالَ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حِينَ أَسْلَمَ ③

واقعہ یہ ہے کہ جب مجھ پر غصہ غالب ہو گیا تو میں نے کہا کہ میں اپنی قوم وقبیلہ کے دین پر ہوں اور میں نے اس اہم معاملہ میں اضطراب و بے چینی کے عالم

---

① الروض الانف، ج:۳، ص:۵۹

② الروض الانف، ج:۳، ص:۵۹

③ الروض الانف، ج:۳، ص:۵۹

میں اس طرح رات گزاری کہ لمحہ بھر بھی نہ سویا، پھر میں کعبۃ اللہ شریف کے پاس آیا اور اللہ سبحانہ وتعالی کے دربار میں تضرع وزاری کی کہ اے خالق و مالک! میرے سینہ کو حق کے لئے کشادہ فرمادے اور مجھ سے شک وشبہ کو زائل کردے۔ میں نے ابھی دعا ختم بھی نہ کی تھی کہ باطل مجھ سے دور ہوگیا اور میرا قلب ایقان کی دولت سے مالا مال ہوگیا۔ پھر صبح ہوتے ہی میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اپنی تمام تر حالت وکیفیت بیان کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالی مجھے اس نعمتِ اسلام پر ہمیشہ ثابت قدمی عطا فرمائے۔ جس وقت آپ نے اسلام قبول کیا درج ذیل اشعار کہے:

حَمِدْتُ اللّٰهَ حِينَ هَدَى فُؤَادِي
إِلَى الْإِسْلَامِ وَالدِّينِ الْحَنِيفِ

میں اللہ تعالی کی تعریف بجالاتا ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کے لئے کھول دیا۔

الدِّينُ جَاءَ مِنْ رَبٍّ عَزِيزٍ
خَبِيرٍ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيفِ

یہ وہ مبارک دین ہے، جو ایسے پروردگار کی جانب سے آیا ہے جو غلبہ والا، بندوں کی خبر رکھنے والا ہے اور اُن پر مہربان ہے۔

إِذَا تُلِيَتْ رَسَائِلُهُ عَلَيْنَا
تَحَدَّرَ دَمْعُ ذِى اللُّبِّ الْحَصِيفِ

جب اس خدائے واحد کی آیتیں ہمارے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو کامل عقل رکھنے والے شخص کے آنسو بے اختیار بہہ جاتے ہیں۔

رَسَائِلُ جَاءَ أَحْمَدُ مِنْ هُدَاهَا

بِآيَاتِ مُبَيِّنَةِ الْحُرُوفِ

یہ وہ باعظمت احکام ہیں کہ اُن کی ہدایت دینے کے لئے حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی روشن آیات لائے ہیں، جن کے ہر حرف میں ہدایت ہے۔

وَ أَحْمَدُ مُصْطَفًى فِينَا مُطَاعٌ

فَلَا تَغْشَوْهُ بِالْقَوْلِ الْعَنِيفِ ①

اور حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کی جانب سے ہم میں منتخب اور برگزیدہ ہیں اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جاتی ہے، تو اے لوگو! ان کی تعلیمات کو باطل کے ذریعہ نہ چھپاؤ۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ وہ باعظمت صحابی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف یہ کہ آپ کی ذات سے محبت کرتے تھے بلکہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا نام بھی بے حد پسند فرماتے تھے، جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَقَالُوا مَا نُسَمِّيهِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوهُ بِأَحَبِّ الْأَسْمَاءِ إِلَيَّ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ②

کہ ہمارے قبیلہ کے ایک صاحب کے ہاں لڑکا تولد ہوا، تو انہوں نے عرض کیا کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے؟ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

① الروض الانف، ج: ۳، ص: ۶۰

② الحاکم، محمد بن عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، باب ذکر اسلام حمزۃ بن عبد المطلب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ، ج: ۳، ص: ۲۱۳، رقم الحدیث، ۴۸۸۸

جو نام مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، وہی اس لڑکے کا نام رکھا جائے۔ (مجھے سب سے پسندیدہ نام) ''حمزہ بن عبد المطلب'' رضی اللہ عنہ کا ہے۔

ایک مرتبہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے نبیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک معروضہ پیش کیا کہ وہ وحی الٰہی کے امین، سدرۃ المنتہیٰ کے مکین، حضرت جبریل امین علیہ السلام کو ان کی حقیقی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخواست کو منظور فرمایا۔ جب روح الامین بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اوپر دیکھو! جب حضرت حمزہ نے نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''دلائل النبوۃ'' میں روایت نقل کی ہے:

أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرِنِي جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صُورَتِهِ فَقَالَ إِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ أَنْ تَرَاهُ، قَالَ بَلَى فَأَرِنِيهِ قَالَ فَاقْعُدْ فَقَعَدَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى خَشَبَةٍ كَانَتْ فِي الْكَعْبَةِ، يُلْقِي الْمُشْرِكُونَ عَلَيْهَا ثِيَابَهُمْ إِذَا طَافُوا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْفَعْ طَرْفَكَ، فَانْظُرْ فَرَفَعَ طَرْفَهُ، فَرَأَى قَدَمَيْهِ مِثْلَ الزَّبَرْجَدِ كَالزَّرْعِ الْأَخْضَرِ فَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ[1]

حضرت عمار بن ابو عمار رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے جبریل امین علیہ السلام کا ان کی حقیقی صورت میں دیدار کروائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ انہیں حقیقی

---

① البیہقی، احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ، باب ماجاء فی رؤیۃ عمران بن حصین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ج: ۷، ص: ۸۱

صورت میں نہیں دیکھ سکتے۔

انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، آپ مجھے دیدار کروائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ جب وہ بیٹھ گئے، تو حضرت جبریل علیہ السلام خانۂ کعبہ کی اس لکڑی پر اتر آئے جس پر مشرکین طواف کے وقت اپنے کپڑے ڈالا کرتے تھے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی نگاہ اٹھاؤ اور دیکھو، انہوں نے اپنی نگاہ اٹھائی اور حضرت جبریل علیہ السلام کے دونوں قدموں کو دیکھا جو زمرد کی مانند سبز کھیتی کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ تو (کثرتِ انوار وتجلیات کی وجہ سے) آپ پر بے خودی طاری ہو گئی۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بافیض قرابت اور بابرکت صحبت سے جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز فرمایا۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ الْبَارِحَةَ فَنَظَرْتُ فِيهَا فَإِذَا جَعْفَرٌ يَطِيرُ مَعَ الْمَلَائِكَةِ، وَإِذَا حَمْزَةُ مُتَّكِئٌ عَلَى سَرِيرٍ [1]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گزشتہ شب جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ (حضرت) جعفر (رضی اللہ عنہ) جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں اور (حضرت) حمزہ (رضی اللہ عنہ) ایک عظیم تخت پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ احد میں شہید کیا گیا۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی شہادت کا واقعہ سپردِ قلم کیا جا رہا ہے۔

غزوۂ احد 3ھ میں پیش آیا۔ ''اُحُد'' مدینہ طیبہ کے ایک وسیع پہاڑ کا نام

---

(1) المستدرک علی الصحیحین، ج: ۳، ص: ۲۱۷

ہے، جس کے متعلق نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ[1]

احد ایسا پہاڑ ہے، جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

حق و باطل کا یہ معرکہ اسی پہاڑ کے دامن میں پیش آیا۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کے کاروان حق کی تعداد سات سو جاںنثاران پر مشتمل تھی، جس میں صرف سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زرہ پوش تھے جبکہ مدمقابل قریش کا لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا، جن میں سات سو افراد زرہ پوش تھے۔ حق وصداقت کی راہ میں جام شہادت نوش کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ستر تھی، جبکہ باطل پرستوں کے تیس افراد جہنم رسید ہوئے۔

غزوۂ احد میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھرپور شجاعت و جواں مردی کے ساتھ اہل مکہ کا مقابلہ کرتے رہے۔ ہندہ بنت عتبہ نے اپنے ماہر نشانہ باز وحشی نامی غلام سے کہا:

"اگر تم جنگ میں حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دو تو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا"۔

وحشی بن حرب سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مسلسل تعاقب کر رہے تھے اور موقع کی تلاش میں تھے، لہٰذا وہ ایک مقام پر چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ مقابلہ کرتے ہوئے ان کے قریب سے گزرے تو انہوں نے چھپ کر آپ رضی اللہ عنہ پر ایک نیزہ سے وار کیا جو سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ناف مبارک سے ہو کر پشت مبارک سے نکل گیا، یوں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ پھر ہندہ نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسد مبارک کی بے حرمتی کی اور آپ کا شکم مبارک چاک کر کے اس سے جگر کو نکالا اور چبا کر نگلنا چاہا لیکن وہ نگل نہ سکی۔ واضح رہے کہ بعد میں حضرت وحشی

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب خرص الثمر، ج:۲، ص:۱۲۵، رقم الحدیث:۱۴۸۱

اور حضرت ہندہ دونوں کو نعمت اسلام سے سرفرازی ہوگئی۔ رضی اللہ عنہم۔

استشهد بأحد وهو ابن أربع وخمسين [1]

جب آپ کو غزوۂ احد میں شہید کیا گیا، اس وقت آپ کی عمر مبارک چوّن سال تھی۔

جب سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدید رنج وملال کا اظہار فرمایا یہاں تک کہ آپ کی چشمانِ مقدس سے آنسو رواں ہو گئے۔ سیرت حلبیہ میں روایت مذکور ہے:

عن ابن مسعود رضی الله عنه ما رأينا رسول الله صلى الله عليه وسلم باكيا أشد من بكائه على حمزة رضى الله عنه، وضعه فى القبلة ثم وقف على جنازته وانتحب حتى نشق أى شهق حتى بلغ به الغشى يقول يا عم رسول الله، وأسد الله، وأسد رسول الله، يا حمزة يا فاعل الخيرات، يا حمزة يا كاشف الكربات، يا حمزة يا ذابّ يا مانع عن وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم [2]

"حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی اتنا اشک بار نہیں دیکھا، جتنا کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اشک بار ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قبلہ کی جانب رکھا، پھر آپ جنازہ کے سامنے قیام فرما ہوئے۔ آپ اس قدر اشک بار ہوئے کہ سسکیاں بھی لینے لگے، قریب تھا کہ رنجیدگی کے سبب آپ پر بیہوشی طاری ہو جائے۔ آپ زبان مبارک

---

① سبل الهدى والرشاد، ج:۱۱، ص:۸۳

② السيرة الحلبية، ج:۲، ص:۳۳۸

سے یہ فرماتے جاتے تھے: اے حمزہ! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا، اے اللہ کے شیر، اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیر، اے حمزہ! اے نیکیوں کو انجام دینے والے، اے حمزہ! اے مصیبتوں کو دور کرنے والے، اے حمزہ! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے دفاع کرنے والے"۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کے بیان اور آپ کے مبارک تذکرہ کو اللہ تعالی نے یہ رفعت و عظمت اور قبولیت و بلندی عطا کی ہے کہ آپ کا تذکرہ صرف زمین والے ہی نہیں کرتے بلکہ آسمان والے بھی آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہیں۔ امام حاکم فرماتے ہیں:

لَمَّا أُصِيبَ حَمْزَةُ جَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَنْ أُصَابَ بِمِثْلِكَ أَبَدًا ، ثُمَّ قَالَ لِفَاطِمَةَ وَلِعَمَّتِهِ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَبْشِرَا أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، فَأَخْبَرَنِي أَنَّ حَمْزَةَ مَكْتُوبٌ فِي أَهْلِ السَّمَاوَاتِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَسَدُ اللهِ وَأَسَدُ رَسُولِه (1)

جب سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمانے لگے: آپ کی جدائی سے بڑھ کر میرے لئے کوئی اور صدمہ نہیں ہوسکتا، پھر آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اپنی پھوپھی جان حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

خوش ہوجاؤ! ابھی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے تھے، انہوں نے مجھے خوشخبری سنائی کہ یقیناً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نام مبارک آسمان والوں کے ہاں یوں لکھا ہوا ہے:

حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَسَدُ اللهِ وَأَسَدُ رَسُولِه۔

---

(1) المستدرک علی الصحیحین، ج: ۳، ص: ۲۱۴

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیر ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بارگاہ، نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سید الشہداء اور افضل الشہداء کے القاب سے نوازا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ:

إِنَّ أَفْضَلَ الْخَلْقِ يَوْمَ يَجْمَعُهُمُ اللهُ الرُّسُلُ، وَأَفْضَلَ النَّاسِ بَعْدَ الرُّسُلِ الشُّهَدَاءُ، وَإِنَّ أَفْضَلَ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ①

جس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو جمع فرمائے گا، ان میں سب سے افضل انبیاء و مرسلین ہی رہیں گے اور رسولوں کے بعد سب سے افضل شہدائے کرام ہوں گے اور یقیناً شہدائے کرام میں سب سے افضل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی عظیم شہادت سے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ آپ شہدائے امت کے سردار ہیں:

سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَرَجُلٌ قَالَ إِلَى إِمَامٍ جَائِرٍ فَأَمَرَهُ وَنَهَاهُ فَقَتَلَهُ ②

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حمزہ بن عبد المطلب تمام شہیدوں کے سردار ہیں اور وہ بھی سید الشہداء ہے جو کسی ظالم بادشاہ کے سامنے حق کا پرچم بلند کرے، اسے بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور وہ بادشاہ اسے شہید کر دے۔

غزوۂ احد میں شہید ہونے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصی حیات سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں

---

① المستدرک علی الصحیحین، ج:۳، ص:۲۱۲

② المستدرک علی الصحیحین، ج:۳، ص:۲۱۵

امتیازی مقام ومرتبہ عطا فرمایا ہے اور وہ اللہ تعالی کی عطا کردہ نعمتوں سے استفادہ کررہے ہیں۔قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ[1]

اور جو لوگ اللہ تعالی کے راستہ میں شہید کئے گئے، انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ اللہ تعالی کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں عمومی طور پر تمام شہدائے کرام کی حیات اور انہیں ملنے والے انعامات کا تذکرہ کیا گیا ہے، جبکہ درحقیقت یہ آیت کریمہ سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والے حضرات کی شان میں نازل ہوئی، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْ حَمْزَةَ وَأَصْحَابِهِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ[2]

کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والے حضرات کی شان میں نازل ہوئی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بہت ہی طاقتور اور بہادر تھے۔ ان کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسد اللہ و اسد الرسول (اللہ و رسول کا شیر) کے معزز وممتاز القاب سے سرفراز فرمایا۔آپ ۳ھ میں جنگِ اُحد میں شہید ہوکر سید الشہداء کے لقب سے مشہور ہوئے اور مدینہ منورہ سے تین میل دور خاص جنگِ اُحد کے میدان

---

① آل عمران، ۳:۱۶۹

② المستدرک علی الصحیحین، ج:۲،ص:۴۱۹

میں آپ رضی اللہ عنہ کا مزارِ پرانوار زیارت گاہِ عالمِ اسلام ہے۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے متعلق کتبِ سیر و تاریخ میں یہ تفصیل ملتی ہے کہ آپ کے دو شہزادے اور تین شہزادیاں ہیں، سبل الھدی والرشاد میں مذکور ہے:

واثنان لحمزۃ عمارۃ، ویعلی۔۔۔

وواحدۃ لحمزۃ وھی أمامۃ، ویقال أمۃ اللہ۔۔۔ولحمزۃ أیضا ابنۃ تسمی أم الفضل وابنۃ تسمی فاطمۃ[1]

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے دو شہزادے حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کی تین شہزادیاں ہیں۔ایک شہزادی کا نام حضرت امامہ جنہیں ''امۃ اللہ'' بھی کہا جاتا ہے اور دوسری شہزادی کا نام حضرت ام الفضل اور تیسری شہزادی کا نام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبد المطلب کی دختر تھیں۔والدہ کا نام ہالہ بنت وہب تھا، جو حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں[2]۔اس لحاظ سے حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالہ زاد بہن بھی تھیں، نیز آپ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن بھی تھیں۔

حضرت صفیہ کا پہلا نکاح ابوسفیان بن حرب کے بھائی حارث بن حرب

---

① سبل الھدی الرشاد، ج:۱۱،ص:۸۸ (ملخصا)

② الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۴،ص:۱۸۷۳

سے ہوا① جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کے انتقال کے بعد آپ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد سے ہو گیا②۔ آپ عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا اور لوگوں کو حق کی طرف بلانا شروع کیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی پکار پر لبیک کہا اور السابقون الاولون کی جماعت میں شامل ہو گئیں۔ اس وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی عمر سولہ سال تھی۔ وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام پھوپھیوں میں سے یہ شرف صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیوں میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے قبول اسلام میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جبکہ عاتکہ اور اروی کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے اور مستند قول یہ ہے کہ:

وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ لَمْ یُسْلِمْ غَیْرُھَا③

صحیح یہ ہے کہ ان کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی پھوپھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بہت بہادر اور شیر دل خاتون ہیں۔ غزوۂ احد اور غزوہ خندق میں انہوں نے بڑی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ جنگ خندق کے موقع پر تمام مجاہدین اسلام کفار کے مقابلہ میں صف بندی کیے ہوئے تھے اور سب عورتوں

---

① الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۴، ص:۱۸۷۳

② الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۴، ص:۱۸۷۳

③ اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۱۷۱

بچوں کو ایک محفوظ مقام پر جمع کر دیا گیا تھا۔ اچانک ایک یہودی تلوار لے کر چپکے سے عورتوں کی طرف بڑھا۔ اس موقع پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اکیلی اس یہودی پر جھپٹ کر پہنچیں اور خیمہ کی ایک چوب اکھاڑ کر اس زور سے اس یہودی کے سر پر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ چکرا کر گرا اور مر گیا، پھر آپ نے اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر جتنے یہودی عورتوں پر حملہ کرنے کے لیے گھات لگائے ہوئے تھے، بھاگ نکلے۔ ①

اسی طرح جب جنگِ احد میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہا شہید ہو گئے اور کافروں نے ان کے کان ناک کاٹ کر اور آنکھیں نکال کر شکم چاک کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو منع کر دیا کہ میری پھوپھی صفیہ کو میرے چچا کے جسدِ مبارک کی زیارت مت کرنے دینا، ورنہ وہ اپنے بھائی کی لاش کا یہ حال دیکھ کر رنج وغم میں ڈوب جائیں گی مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پھر بھی جسدِ مبارک کے پاس پہنچ گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسدِ مبارک کو دیکھا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ میں خدا کی راہ میں اس کو کوئی بڑی قربانی نہیں سمجھتی، پھر مغفرت کی دعا مانگتے ہوئے وہاں سے چلی آئیں۔ ②

سن ۱۱ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری دنیا سے وصال فرما گئے تو

---

① اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۱۷۱

شھاب الدین الزرقانی، محمد بن عبد الباقی، شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۔۱، (۱۴۱۷ھ)، ج:۴، ص:۴۹۰

② اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۱۷۷

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر بھی کوہِ الم ٹوٹ پڑا۔اس موقع پر آپ نے نہایت دل سوز مرثیے کہے، جن کے چند اشعار یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔ان اشعار سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلبی وابستگی اور وارفتگی کا مشاہدہ خوب ہو جاتا ہے۔آپ فرماتی ہیں:

لهف نفسی! وبتّ كالمسلوب

آرق اللّيل فعلة المحروب!

مجھے اپنی جان پر بہت دکھ ہے، میں نے اس شخص کی طرح رات بسر کی جس کا سب کچھ لٹ گیا ہو اور غم واندوہ کے ساتھ ساری رات بیدار رہا ہو۔

من هموم وحسرة ردفتنی

ليت أنّی سقيتها بشعوب!

میری یہ حالت ان غم واندوہ کی وجہ سے ہوئی ہے جس نے مسلسل مجھے گھیر رکھا ہے۔کاش! یہ مصائب آہستہ آہستہ نازل ہوتے۔

حين قالوا إنّ الرّسول قد امسى

وافقته منيّة المكتوب!

یہ مصیبت مجھ پر اس وقت نازل ہوئی جب لوگوں نے مجھے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔رقم کی گئی تقدیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موافقت کر لی۔

ليت شعری! وكيف أمسى صحيحا

بعد أن بين بالرّسول القريب

کاش! مجھے خبر ہوتی کہ میں کیسے صحیح ہو سکتی ہوں، حالانکہ ہمیں اپنا قرب عطا

کرنے والے رسول ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔

أعظم الناس فی البریّة حقّا

سیّد النّاس حبّه فی القلوب

وہ حقیقت میں سارے لوگوں سے عظیم تھے۔سارے لوگوں کے سردار تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دلوں میں جاگزین ہے۔

فإلی الله ذاك أشكوا وحسبی

یعلم الله حوبتی ونحیبی[1]

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اس کی فریاد کرتی ہوں۔وہ ذات پاک مجھے کافی ہے۔وہ میری تکلیف اور رونے کو خوب جانتا ہے۔

مزید آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما لعینیّ لا تجودان ریّا

إذ فقدنا خیر البریّة حیّا

اے میری آنکھو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم آنسوؤں کی بھرپور سخاوت نہیں کرتی ہو؟ جبکہ ہم نے اس ہستی کو مفقود کیا ہے جو ساری کائنات میں سے بہترین تھی۔

یوم نادی إلی الصّلاة بلال

فبکینا عند النّداء ملیّا

جس روز سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز کے لئے پکارا، تو اس صدا کے وقت ہم جی بھر کر رو دیے۔

---

[1] محمد بن یوسف الصالحی، سبل الھدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۔۱، (۱۴۱۴ھ)، ج:۱۲، ص:۲۸۵

لم أجد قبلها، ولست بلاق

بعدها غصّة أمرّ عليّا

میں نہ تو آپ سے قبل اور نہ ہی آپ کے بعد ایسے غم سے ملی جو اس قدر تلخ اور بلند و برتر ہو۔

ليت يومي يكون قبلك يوما

أنضج القلب للحرارة كيّا

کاش! میرے وصال کا دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے ایک روز پہلے ہوتا، جو دل کو محکم کرتا اور اس پر حرارت کا داغ ہوتا۔

خلقا عاليا، ودينا كريما

وصراطا يهدى إليه سويّا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق عظیم اور دین کریم مالک تھے۔ یہ ایسا راستہ ہے جو سیدھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جاتا ہے۔

وسراجا يجلو الظّلام منيرا

ونبيّا مسدّدا عربيّا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراج منیر تھے جو ظلمات کو ختم کر دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی اور درست راہنمائی کرنے والے عربی سردار تھے۔

حازما، عازما، حليما، كريما

عائدا بالنّوال برّا تقيّا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محتاط، عزم مصمم والے، حلیم اور کریم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطیات سے سرفراز کرنے والے پاکباز اور تقویٰ مآب شخصیت کے مالک تھے۔

فعليك السّلام منّا ومن

ربّك بالرّوح بكرة وعشيّا[1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہماری طرف سے اور آپ کے رب کریم کی طرف سے صبح وشام رحمت آمیز سلام ہو۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ۲۰ ہجری، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تہتر (۷۳) برس کی عمر پا کر داعئ اجل کو لبیک کہا۔ آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہیں[2]۔ خواتینِ اسلام میں سے راہِ اسلام میں سب سے پہلے مشرکین کو قتل کرنے کا شرف بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہے۔[3]

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ گرامی تھیں اور اسد، قبیلہ بنت عامر کے بطن سے حضرت ہاشم کے فرزند تھے۔[4] اس لحاظ سے آپ حضرت ہاشم کی پوتی تھیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی اور حضرت ابو طالب کے نکاح میں ہونے کی بناء پر چچی ہوئیں۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطالب کی کفالت میں آئے تو انہی کی گود ہادئ اکبر اور راہنمائے اعظم کی گہوارۂ تربیت بنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہی کی آغوشِ محبت و شفقت میں پرورش پائی۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے اس دلسوزی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیکھ بھال کی کہ یتیمِ عبداللہ کو ماں کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی

---

① سبل الھدی والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج:۱۲، ص:۲۸۶

② اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۱۷۱

③ اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۱۷۱

④ اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۲۱۲

انہیں ماں سمجھتے، ماں کہہ کر پکارتے اور ماں ہی کی طرح عزت واحترام کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی شفقت ومحبت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ بَعْدَ أَبِي طَالِبٍ أَبَرَّبِي مِنْهَا۔ ①

یعنی ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ کوئی مجھ پر شفیق ومہربان نہ تھا۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سترہ (۱۷) سال تک اپنے بیٹے کی طرح پرورش کی۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کی وفات کے موقع پر فرمایا تھا:

جزاك الله من أمٍّ خيرا لقد كنت خير أم ②

اے مادر گرامی! خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بلاشبہ آپ بہترین ماں تھیں۔

آغازِ اسلام میں خاندانِ ہاشم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ ساتھ دیا اور ان میں اکثر مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا بھی انہی فرخندہ بخت لوگوں میں سے تھیں، جنہوں نے اسلام کے سایۂ عاطفت میں پناہ لی۔

کفارِ مکہ کے جور وستم کے سامنے صبر واستقلال کا بے مثال مظاہرہ کرنے والے اہل اسلام کو جب ہجرت کی اجازت ملی تو عورتوں میں سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا پہلی عورت تھیں، جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ منورہ میں جب

---

① الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج: ۴، ص: ۱۸۹۱

② حسین بن محمد، تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس، دار صادر، بیروت، (س، ن)، ج: ۱، ص: ۴۶۸

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے عقدِ نکاح ہوا تو سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی والدہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا سے عرض کی:

اکفی فاطمة بنت رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سقاية الماء والذهاب فی الحاجة، وتكفيك الداخل الطحن والعجن۔ ①

میں پانی بھرنے اور باہر کا کام کرنے میں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفایت کروں گا اور وہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی۔

حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نہایت صالح خاتون تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات ان کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہو رہا ہے:

كانت امرأة صالحة، وكان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يزورها ويقيل فی بيتها۔ ②

آپ نہایت صالح خاتون تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی زیارت کو تشریف لے جاتے اور ان کے گھر میں قیلولہ فرماتے تھے۔

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے ۴ ہجری میں جہانِ فانی کو خیر آباد کہا اور خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تکفین کے موقع پر اپنی قمیص

---

① اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۲۱۲

② ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۔۱، (۱۴۱۵ھ)، ج:۸، ص:۲۶۹

عنایت فرمائی اور فرمایا کہ یہ انہیں کفن کے طور پہ پہنائی جائے۔ جب قبر کھودی جا چکی تو انہیں دفنانے سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود قبر میں اترے، اسے کناروں سے کھود کر کشادہ کیا اور کچھ دیر کے لئے لحد میں لیٹ گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس امتیازی برتاؤ کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے عرض کی:

''یارسول اللہ! ہم نے پہلے کبھی آپ کو ایسے کرتے ہوئے نہیں دیکھا''۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا أَلْبَسْتُهَا قَمِيصِي لِتُكْسَى مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ، وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا لِيُهَوَّنَ عَلَيْهَا۔ ①

اس بنا پر میں نے ان کو قمیض پہنایا ہے تاکہ انہیں جنت کے حلّوں میں سے ایک قیمتی حلّہ پہنایا جائے اور قبر میں اس لئے لیٹا تاکہ قبر کی منازل ان کے لئے آسان ہو جائیں۔

---

① الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۴، ص:۱۸۹۱

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ---- اہلِ ایمان کی مائیں

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ---- اہلِ ایمان کی مائیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت مبارکہ کی برکت سے ازواجِ مطہرات کا مقام و مرتبہ بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہے، ان کی شان میں قرآن حکیم کی کئی آیات بینات نازل ہوئیں ۔ احادیث طیبہ میں بھی ان کی عظمت و فضیلت اور خصائص و کمالات کے تذکار مبارکہ پر بے شمار فرامین موجود ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ①

اے نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج! تم دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 606ھ) نے لکھا ہے:

يَعۡنِي فِيكُنَّ غَيۡرُ ذٰلِكَ أَمۡرٌ لَا يُوجَدُ فِي غَيۡرِكُنَّ وَهُوَ كَوۡنُكُنَّ أُمَّهَاتِ جَمِيعِ الۡمُؤۡمِنِينَ وَزَوۡجَاتِ خَيۡرِ الۡمُرۡسَلِينَ ②

---

① سورۃ الاحزاب ۳۳:۳۲

② فخر الدین رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۔۳، (۱۴۲۰ھ)، ج:۲۵،ص:۱۶۷

''یعنی ازواج مطہرات وہ خصوصی شان رکھتی ہیں، جو دوسری خواتین نہیں رکھتیں، وہ شان یہ ہے کہ یہ برگزیدہ وعفت مآب خواتین، تمام مومنین کی مائیں اور نبیوں کے سردار کی ازواج ہیں''۔

اس آیت کریمہ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ ازواج مطہرات، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانۂ اقدس کی برکت سے دنیا کی تمام خواتین میں ایک منفرد وممتاز مقام کی حامل بن گئیں، جس میں کوئی ان کا شریک نہیں ہے۔

دوسری آیت کریمہ میں ارشاد باری تعالی ہے:

وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ①

اور آپ کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔

اس طرح بیشتر آیات بینات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی فضیلت کو آشکار کرتی ہیں، حصول برکت کے لئے ان میں سے چند بیان کردی گئی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعداد اور ان کے ساتھ نکاح کی ترتیب کے بارے میں سیرت نگاروں کا قدرے اختلاف ہے، البتہ گیارہ امہات المومنین کے بارے میں سب کی رائے متفق ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد شادیوں کے مقاصد عظیمہ میں سے ایک عظیم مقصد یہ بھی رہا ہے کہ مختلف قبائل سے رشتۂ اخوت قائم ہو جائے، جو کہ واقعتاً فروغِ اسلام میں ممد ومعاون ثابت ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ ازواج مطہرات میں سے چھ(٦) کا تعلق قبیلہ قریش سے ہے، جن میں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا شامل ہیں جبکہ چار(٤) ازواج مطہرات قبیلہ قریش کے علاوہ عرب کے دیگر قبائل سے تعلق

---

① سورۃ الاحزاب، ٦:٣٣

رکھتی ہیں اور ایک زوجۂ مطہرہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بنی اسرائیل کے قبیلہ بنو نضیر سے تعلق رکھنے والی ہیں[1]۔ ذیل میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے تذکارِ جمیلہ کو اختصار کے ساتھ رقم کیا جاتا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام ہند اور لقب طاہرہ ہے۔ آپ کا نسب مبارک یہ ہے:

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی۔[2]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا، جو خاندان عامر بن لوئی سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد بن اسد ایک کامیاب تاجر تھے، اپنے قبیلہ میں بڑی باعظمت شخصیت کے مالک تھے بلکہ اپنی خوش معاملگی اور دیانتداری کی بدولت تمام قریش میں ہر دلعزیز تھے۔

ولادت باسعادت

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عام الفیل سے پندرہ سال قبل 555ء میں پیدا ہوئیں۔ بچپن ہی سے نہایت نیک اور شریف الطبع تھیں، جب سن شعور کو پہنچیں تو ان کی شادی ابو ہالہ ہند بن نباش تمیمی سے ہوئی۔ ابو ہالہ کے انتقال کے بعد حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی دوسری شادی عتیق بن عابد مخزومی سے ہوئی، کچھ عرصہ بعد عتیق بن عابد مخزومی بھی فوت ہو گئے۔ عتیق بن عابد مخزومی کے انتقال کے بعد آپ کچھ ایسی دل برداشتہ ہوئیں کہ دنیوی معاملات سے دور رہنے لگیں۔ کیونکہ

---

① سبل الهدی والرشاد، ج:۱۱، ص: ۱۴۳

② اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۸۰ قصی، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد ہیں۔

آپ دولت وثروت کے علاوہ حسن صورت اور حسن سیرت میں بھی ممتاز درجہ رکھتی تھیں اور زمانۂ جاہلیت میں بھی ''طاہرہ'' کے لقب سے مشہور تھیں، اس وجہ سے قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے آپ کو نکاح کا پیغام بھیجا لیکن آپ نے سب کے پیغام کو رد کر دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد نکاح

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عفت و پاکدامنی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت داری اور صداقت سے بخوبی واقف تھیں، انہی خصوصیات کے پیش نظر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ یوں چالیس (۴۰) سال کی عمر میں آپ زوجیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرفیاب ہوئیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پچیس (۲۵) برس تھی۔ جناب ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور پانچ سو درہم (۵۰۰) کے برابر سونا مہر مقرر ہوا۔ ①

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ عظیم خاتون تھیں جن کی زندگی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہدایت کی روشنی میں سب سے پہلے منور ہوئی اور آپ خواتین میں سب سے پہلے اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئیں۔ ابتدائے اسلام میں جب کہ ہر طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا طوفان اٹھ رہا تھا، ایسے کٹھن وقت میں صرف ان ہی کی ذات تھی، جو سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مونس حیات بن کر آپ کو تسلی دیتی۔ انہوں نے ایسے جاں گسل لمحات میں جس استقلال اور استقامت کے ساتھ خطرات و مصائب کا مقابلہ کیا اور جس طرح تن، من، دھن سے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قربانی پیش کی، اس خصوصیت میں آپ کو تمام ازواج

---

① اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۸۰

مطہرات رضی اللہ عنہن پر ایک فوقیت وفضیلت حاصل ہے۔اسی وجہ سے بعض علماء نے آپ کو تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں افضل قرار دیا ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں کھانے کا ایک برتن لے کر حاضر ہو رہی ہیں، جب یہ آپ کے پاس آ جائیں تو آپ ان سے ان کے رب کا اور میرا سلام فرمائیں اوران کو جنت میں موتیوں کے ایک عالیشان محل کی خوشخبری سنا دیں، جس میں نہ کوئی شور ہوگا اور نہ کوئی تکلیف ہوگی۔ ①

اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا:

اللہ کی قسم خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی، جب سب لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا، اس وقت وہ مجھ پر ایمان لائیں اور جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے، اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جب لوگ مجھے کوئی چیز دینے کے لئے تیار نہیں تھے، اس وقت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے اپنا سارا مال مجھے پیش کر دیا اوران ہی کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔ ②

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مقدس زندگی کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ شروع ہی سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزاج شناس تھیں، شاید یہی وجہ تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو غار حرا سے واپس لوٹنے کے بعد

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجة، ج:۵، ص:۳۹، رقم الحدیث:۳۸۲۰

② الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، ج:۴، ص:۱۸۲۴

سارا واقعہ من وعن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کر دیا۔ اس حیرت انگیز واقعہ کے بعد طبیعت متاثر ہو گئی تھی تو فرمایا:

زمّلونی، زمّلونی۔

"مجھے چادر اڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ"۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حکم کی تعمیل کی اور تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خدا کی قسم! اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہیں فرمائے گا، کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، راست گو ہیں، غریبوں کی دستگیری کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور دکھیوں کے خبر گیر ہیں۔ ①

سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بقید حیات رہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد بھی آپ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ جب کوئی قربانی کرتے تو پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو گوشت بھیجتے اور بعد میں کسی اور کو دیتے۔ جب کبھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کوئی رشتہ دار آپ کے پاس آتا تو آپ ان کی بے حد خاطر مدارات فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد مدت تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک گھر سے باہر تشریف نہ لے جاتے، جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اچھی طرح تعریف نہ کر لیتے، اسی طرح جب گھر تشریف لاتے تو ان کا ذکر کر کے بہت کچھ تعریف میں ارشاد فرماتے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج:۹، ص:۲۹، رقم الحدیث:۶۹۸۲

رشک آتا تھا۔ ①

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی تا دمِ آخر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کا حق ادا کر دیا اور ایک مثالی بیوی کا کردار پیش کیا اور کبھی بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شکایت کا کوئی موقع نہ دیا۔

سانحۂ رحلت

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے پچیس (۲۵) سال تک نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری کا شرف حاصل کیا اور ہجرت سے ۳ برس قبل ٦۵ سال کی عمر پا کر ماہ رمضان المبارک میں مکہ معظّمہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجون (جنت المعلی) میں خود بہ نفس نفیس ان کی قبر میں اتر کر اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کو سپرد خاک فرمایا، چونکہ اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم نہیں آیا تھا، اس لئے ان کی نماز جنازہ نہیں ادا کی گئی۔ ②

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا قریش کے قبیلہ عامر بن لؤی سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کا نسب مبارک یہ ہے:

سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر لؤی۔

آپ کی والدہ کا نام شموس بنت قیس تھا، جو انصار کے خاندان بنونجار سے

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج:۳،ص:۷ ۴۳، رقم الحدیث: ۲۰۱۷

② شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، ج:۲،ص:۳۸

تھیں۔ ①

اللہ تعالیٰ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہایت صالح طبیعت عطا کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح آپ کے چچازاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا۔ ②
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعوتِ حق کا آغاز کیا تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ساتھ مشرف با اسلام ہوئیں، اس طرح آپ کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عقد نکاح

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلی گئیں۔ حبشہ سے واپس مکہ مکرمہ آنے کے چند دن بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ایک خواب دیکھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدل چلتے ہوئے ان کی طرف تشریف لائے اور ان کی گردن پر اپنا قدم مقدس رکھ دیا۔ جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس خواب کو اپنے شوہر سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا:

اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو میں یقیناً جلد دنیا سے چلا جاؤں گا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تم سے نکاح فرمائیں گے۔

اس کے بعد دوسری رات حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب دیکھا کہ ایک چاند ٹوٹ کر ان کے پیٹ پر گر پڑا ہے۔ صبح سکران رضی اللہ عنہ سے اس خواب کا بھی ذکر

---

① اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۱۵۷

② اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۱۵۷

کیا تو سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ نے چونک کر کہا:

اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو میں اب بہت جلد انتقال کر جاؤں گا اور تم میرے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کرو گی، چنانچہ اسی دن حضرت سکران رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے اور چند دنوں کے بعد وصال فرما گئے۔ ①

یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی خالقِ حقیقی سے جا ملی تھیں۔ بن ماں کے بچوں کو دیکھ دیکھ کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت مبارک افسردہ اور غمگین رہتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر ایک جاں نثار صحابیہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے ایک دن بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی:

حضور کو ایک مونس اور رفیق حیات چاہئے۔ اگر اجازت ہو تو آپ کے نکاح ثانی کے لئے کہیں پیام دوں؟

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے اس مخلصانہ مشورہ کو قبول فرمایا اور فرمایا کہ کس جگہ پیام دینے کا خیال ہے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

اگر کنواری سے نکاح کرنا چاہیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اگر بیوہ سے عقد نکاح فرمانا چاہیں تو حضرت سودہ بنت زمعہ موجود ہیں، جو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی اتباع کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دونوں جگہ پیام دے دو۔ ②

---

① شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، ج:۴، ص:۳۷۷

② احمد بن حنبل، المسند، مسند الصدیقة عائشة بنت ابوبکر الصدیق، ج:۴۲، ص:۵۰۱، ۵۰۲، رقم الحدیث:۲۵۷۶۹

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا نکاح چونکہ قریب قریب ایک ہی زمانہ میں ہوا ہے، اس لئے مورخین کے مابین اختلاف ہے کہ کس کو تقدم حاصل ہے؟ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ۱۰ نبوی میں ہوا، نکاح کا خطبہ ان کے والد نے پڑھایا اور ۴۰۰ درہم مہر مقرر ہوا۔ یوں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا امہات المومنین کے زمرے میں داخل ہوگئیں اور زندگی بھر انتہائی والہانہ عقیدت ومحبت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفادار اور خدمت گزار رہیں۔

اس نکاح کی خبر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبداللہ بن زمعہ کو ہوئی، جو ابھی مشرف با اسلام نہیں ہوئے تھے، انہوں نے اپنے سر پر خاک ڈالی۔ ①

جب مشرف بہ اسلام ہوئے تو کہا کرتے تھے:

مجھے اپنی اس حماقت پر بہت افسوس ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح میری بہن کے ساتھ ہونے پر میں نے اپنے سر پر خاک ڈالی تھی۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی چند نمایاں خصوصیات

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بے حد فیاض اور سخی تھیں۔ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے درہموں سے بھری ہوئی ایک تھیلی بھیجی۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

اس میں کیا ہے؟

لوگوں نے بتایا:

درہم ہیں۔

آپ نے فرمایا:

---

① شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية، ج:۴، ص:۳۷۹

تھیلی کھجوروں کی ہے اور اس میں درہم ہیں۔ یہ کہہ کر تمام درہم ضرورت مندوں میں اس طرح بانٹ دیئے جس طرح کھجوریں تقسیم کی جاتی ہیں۔ ①

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا دستکار تھیں اور طائف کی کھالیں بنایا کرتی تھیں، اس سے جو آمدنی ہوتی تھی اسے راہ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی عمر زیادہ ہو چکی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی نوعمر تھیں، اس لئے انہوں نے اپنی باری بھی بخوشی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔ ②

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں ظرافت تھی، اسی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سوائے سودہ رضی اللہ عنہا کے کسی عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہوئی کہ ان کے جسم میں میری روح ہوتی۔ ③

آپ رضی اللہ عنہا نے ۱۰ ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا:

اس حج کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھنا۔

چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا جو مطلب سمجھا، اس پر سختی سے عمل کیا۔ دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ادائے حج پر اس حکم کا اطلاق نہیں کرتی تھیں، لیکن حضرت سودہ

---

① شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۳۸۰

② البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج:۳، ص:۱۵۹، رقم الحدیث:۲۵۹۳

③ القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا، ج:۲، ص:۱۰۸۵، رقم الحدیث:۱۴۶۳

رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد بھی ساری عمر گھر سے باہر نہ نکلیں اور فرمایا کہ میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں، اب اپنے سرتاج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق گھر سے باہر نہ نکلوں گی۔ ①

وصال مبارک

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا وصال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ماہ ذوالحجہ 23ھ میں ہوا، آپ کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور مدینہ منورہ جنت البقیع میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔آپ سے ۵ احادیث مبارکہ مروی ہیں، جن میں سے ایک صحیح بخاری میں اور ۱۴ سننِ اربعہ میں موجود ہیں۔ ②

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب صدیقہ اور حمیرا جبکہ کنیت ام عبداللہ تھی۔آپ رضی اللہ تعالی عنہا کی کنیت آپ کے بھانجے حضرت اسماء کے بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب تھی۔عرب میں کنیت شرافت کا نشان ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہ تھی۔آپ نے ایک دفعہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ باقی ازواج نے تو اپنی سابقہ اولاد کے نام سے کنیت رکھ لی ہے لیکن میں کس کے نام پر کنیت رکھوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

① احمد بن حنبل، المسند، باب حدیث زینب بنت جحش، ج:۴۴، ص:۳۳۲، رقم الحدیث: ۲۶۷۵۱

② شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، ج:۴، ص:۳۸۱

اپنے بھانجے عبداللہ کے نام پر۔

اس طرح آپ کی کنیت ام عبداللہ کے نام سے معروف ہوئی۔ ①

آپ رضی اللہ عنہا کا نسب مبارک یہ ہے:

عائشہ بنت عَبْد اللہ بن عثمان (ابوبکر صدیق) بُن عَامِر بُن عَمْرو بُن کعب بُن سعد بُن تیم بُن مرة بُن کعب بُن لوی الْقُرَشِی التیمی۔ ②

آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ کا نام ام رومان بنت عامر رضی اللہ عنہا تھا، جو جلیل القدر صحابیہ ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار سال بعد ماہ شوال میں پیدا ہوئیں، آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نور نظر ہیں۔ بچپن ہی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زیرِ سایہ پرورش پائی۔

عقدِ نکاح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اعلان نبوت کے دسویں سال اور ہجرت سے تین سال قبل ماہ شوال میں ہوا۔ ③ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق آپ کا حق مہر ۴۰۰ درہم مقرر رہا۔ ④

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی شادی سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگسار رفیق حیات کی وفات

---

① احمد بن حنبل، المسند، مسند الصدیقة عائشة بنت ابو بکر الصدیق، ج:۴۲، ص: ۹۹، رقم الحدیث:۲۵۱۸۱

② اسد الغابة، ج:۳، ص:۳۱۰

③ شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیة، ج:۴، ص:۳۸۲

④ شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیة، ج:۴، ص:۳۸۲

کے بعد بہت پریشان رہا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی زوجہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں اور عرض کی:

یارسول اللہ! آپ دوسری شادی فرمالیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کس سے؟

سیدہ خولہ نے عرض کی:

بیوہ اور کنواری دونوں طرح کی خواتین موجود ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وہ کون ہیں؟

سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی:

بیوہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور کنواری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دونوں جگہ پیام دے دو۔

چنانچہ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کاشانہ میں گئیں اور ان سے تذکرہ کیا۔

زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ منہ بولے بھائیوں کی اولاد سے نکاح بھی سگے بھائیوں کی اولاد کیساتھ کرنے کی مثل جائز نہ سمجھا جاتا تھا۔ اسی کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

خولہ! عائشہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھتیجی ہے۔ آپ کا نکاح اس سے کیسے

ہو سکتا ہے؟

چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ابو بکر! تو میرا دینی بھائی ہے اور دینی بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز ہے''۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے پیامِ نکاح کو قبول کر لیا۔ ①

بعض روایات میں یوں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر کوئی چیز پیش کر رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استفسار پر بتایا گیا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس کپڑے کو کھول کر دیکھا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ②

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی امتیازی خصوصیات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا پر روز ازل سے کفر و شرک کا سایہ تک نہ پڑا۔

---

① احمد بن حنبل، المسند، مسند الصدیقۃ عائشۃ بنت ابو بکر الصدیق، ج:۴۲، ص:۵۰۱، ۵۰۲، رقم الحدیث:۲۵۷۶۹

② البخاری، محمد بن اسماعیل، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشۃ، ج:۵، ص:۵۶، رقم الحدیث: ۳۸۹۵

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ

لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ۔ [1]

''میں نے اپنے والدین کو حالتِ اسلام میں ہی پہچانا''۔

چند مخصوص فضائل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام صحابہ اور صحابیات میں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ دس اوصاف مجھ میں ایسے ہیں جن میں دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی بھی میرا شریک نہیں۔

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سوا کسی دوسری کنواری خاتون سے نکاح نہیں فرمایا۔

۲۔ میرے سوا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جن کے ماں اور باپ دونوں مہاجر ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے میری براءت و پاکدامنی کا بیان آسمان سے قرآن (سورۂ نور) میں نازل فرمایا۔

۴۔ نکاح سے قبل حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک ریشمی کپڑے میں میری صورت لا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھلا دی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین راتیں خواب میں مجھے دیکھتے رہے۔

۵۔ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی برتن سے پانی لے کر غسل کیا کرتے تھے۔ یہ شرف میرے سوا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔

---

[1] البخاری، محمد بن اسماعیل، باب المسجد یکون فی الطریق من غیر ضرر، ج:۱، ص: ۱۰۲، رقم الحدیث: ۴۷۶

۶۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز تہجد پڑھتے تھے اور میں آپ کے آگے سوئی ہوئی رہتی تھی۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس کریمانہ محبت سے سرفراز نہیں ہوئی۔

۷۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک لحاف میں سوئی رہتی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ یہ وہ اعزاز خداوندی ہے جو میرے سوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ کو حاصل نہیں ہوا۔

۸۔ وصال اقدس کے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی گود میں لئے ہوئے بیٹھی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر انور میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا اور اسی حالت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔

۹۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری باری کے دن وصال فرمایا۔

۱۰۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضۂ انور خاص میرے گھر میں بنا۔ [1]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام ومرتبہ

وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد علم کی اشاعت اور اسلام کی ترویج کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام اسلامی ملکوں میں پھیل گئے اور مختلف مقامات پر ان مقدس نفوس کی درسگاہیں قائم ہوئیں۔ چند سال کے بعد جب حکومت کا سیاسی مرکز دمشق اور کوفہ بنا تو یہ انقلاب مدینہ منورہ کا علمی اور روحانی فیضان مٹا نہیں سکا۔ اس انقلاب کے باوجود مدینہ منورہ میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم جیسے عظیم اور جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی درس گاہیں قائم تھیں لیکن سب سے بڑی درس گاہ مسجد نبوی کا وہ کونہ تھا، جو روضۂ

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۳۸۸

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصل زوجہ رسول سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مسکن کے پاس تھا۔لڑکے،عورتیں اور وہ مرد جن سے آپ کا پردہ نہ تھا، وہ حجرہ کے اندر آ کر بیٹھتے تھے اور دیگر لوگ حجرہ کے سامنے مسجد نبوی کے صحن میں بیٹھتے تھے اور دروازے پر پردہ ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا پردے کی اوٹ میں بیٹھ کر سوالات کے جوابات دیتی تھیں اور تعلیم و تعلم کے نبوی فریضہ کی انجام دہی کرتی تھیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خاندان کے لڑکوں، لڑکیوں اور شہر کے یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت کرتی تھیں اور یوں بھی ہوتا تھا کہ آپ غیر لڑکوں کو اپنی بہنوں یا بھانجیوں سے دودھ پلواتی تھیں اور خود ان کی رضاعی خالہ یا نانی بن کر ان کو اندر آنے کی اجازت مرحمت کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہر سال حج کو جایا کرتی تھیں۔ حج کے موسم میں بھی آپ کے خیمہ کے سامنے سائلوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ عظیم مجتہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب بھی کسی مسئلہ میں کوئی دقت درپیش ہوتی تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد ماجد کی خلافت میں ہی منصب افتاء کو حاصل کر لیا تھا اور آخری وقت تک اس منصب پر فائز رہیں۔ حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد مدینہ منورہ کے سات مشہور تابعین میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ قَدِ اسْتَقَلَّتْ بِالْفَتْوَى فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَهَلُمَّ جَرًّا إِلَى أَنْ مَاتَتْ يَرْحَمُهَا اللهُ ①

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہی مستقل طور پر افتاء کا منصب حاصل کر چکی تھیں۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان

---

① ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۔ا، (۱۴۱۰ھ)، ج:۲،ص:۲۸۶

رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں اور ان کے بعد آخری عمر تک آپ فتویٰ دیتی رہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا[1]

''ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب بھی کوئی حدیث مشکل ہوتی اور ہم نے اس کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو ہمیں ان کے پاس اس کے بارے میں کوئی نہ کوئی جانکاری ضرور ملی''۔

مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَالَّذِی نَفْسِی بِيَدِهِ! لَقَدْ رَأَيْتُ مَشْيَخَةَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ـ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ الْأَكَابِرِ يَسْأَلُونَهَا عَنِ الْفَرَائِضِ[2]

اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، میں نے شیوخ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان سے (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) فرائض کے متعلق سوال کرتے دیکھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ الادب المفرد میں حضرت عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

كَانَ النَّاسُ يَأْتُونَهَا مِنْ كُلِّ مِصْرٍ، فَكَانَ الشُّيُوخُ يَنْتَابُونِي لِمَكَانِي مِنْهَا، وَكَانَ الشَّبَابُ يَتَأَخَّوْنِي فَيُهْدُونَ إِلَيَّ، وَيَكْتُبُونَ إِلَيَّ مِنَ الْأَمْصَارِ، فَأَقُولُ لِعَائِشَةَ يَا خَالَةُ، هَذَا كِتَابُ فُلَانٍ

---

① الترمذی، محمد بن عیسی، السنن، باب من فضل عائشۃ، ج:٦، ص: ١٨٨، رقم الحدیث: ٣٨٨٣

② الطبقات الکبری، ج:٢، ص:٢٨٦

وَهَدِيَّتَهُ، فَتَقُولُ لِي عَائِشَةُ أَيْ بُنَيَّةُ، فَأُجِيبِيهِ وَأَثِيبِيهِ۔ ①

"لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہر شہر سے آتے تھے۔ شیوخ میرے ان کے ساتھ تعلقات کی بناء پر مجھ سے ملنے آتے تھے، جوان آدمی مجھ سے برادرانہ رشتہ قائم کر لیتے تھے اور لوگ مجھے تحفے بھیجا کرتے تھے اور شہر شہر سے خط لکھتے تھے۔ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہتی تھی: خالہ جان! یہ فلاں شخص کا خط اور تحفہ آیا ہے۔

آپ مجھ سے فرماتیں کہ اس کا جواب لکھ دو اور بدلہ میں تم بھی کچھ ہدیہ بھیجو"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۲۲۱۰ احادیث شریفہ مروی ہیں، جن میں ۴۷ روایات متفق علیہ ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محبت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور یہ تمام صحابۂ کرام علیہم الرضوان کو معلوم تھا، اسی لئے متعدد کتب حدیث میں موجود ہے کہ

أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ، يَبْتَغُونَ بِهَا۔ أَوْ يَبْتَغُونَ بِذَلِكَ ۔ مَرْضَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ②

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۔ ۳، (۱۴۰۹ھ)، ص: ۳۸۲، رقم الحدیث: ۱۱۱۸

② البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب قبول الھدیۃ، ج: ۳، ص: ۱۵۵، رقم الحدیث: ۲۵۷۴

جس روز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری ہوتی، اس دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قصداً تحائف بھیجا کرتے تھے۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا مقصود ہوا کرتی تھی۔

بتقاضائے بشریت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اس چیز کا ملال ہوتا تھا لیکن کسی کو عرض پیش کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا تھا۔ آخر کار سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے گزارش کی کہ وہ ان کا مدعا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ تک پہنچا دیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے موقع دیکھ کر نہایت سنجیدگی سے درخواست پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ، فَإِنَّهُ وَاللهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ
وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا ①

ام سلمہ! مجھے عائشہ کے معاملے میں اذیت نہ دو، کیونکہ عائشہ کے علاوہ کسی اور کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس قدر محبت تھی کہ آپ مرض الموت میں بار بار دریافت فرماتے تھے کہ کل مجھے کس کے ہاں ٹھہرنا ہے؟ کل مجھے کس کے ہاں ٹھہرنا ہے؟ ایسا اس وجہ سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار تھا۔ ②

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تا وفات وہیں مقیم رہے۔

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج:۵، ص:۳۰، رقم الحدیث:۳۷۷۵

② البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج:۵، ص:۳۰، رقم الحدیث:۳۷۷۴

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت کے حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

الٰہی! جو میرے امکان میں ہے میں عدل کرتا ہوں اور جو میرے امکان سے باہر ہے (یعنی دل کا عائشہ کی جانب رجحان) اس کو معاف فرما۔ ①

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا کہ ''عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کی تمام کھانوں پر''۔ ②

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا اندازہ اس مکتوب سے بھی ہوتا ہے جس میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پہلے اگر میں کھانا پکاتا تو اس کا ثواب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی ارواح مقدسہ کے لیے ہی خاص ایصال ثواب کیا کرتا تھا اور امہات المؤمنین کا نام شامل نہیں کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری جانب متوجہ نہ ہوئے اور چہرۂ انور دوسری جانب پھیر لیا اور مجھ سے فرمایا:

میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر کھانا کھاتا ہوں، جس کسی نے مجھے کھانا بھیجنا ہو، وہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر بھیجا کرے۔

---

① ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السنن، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ج:۲، ص: ۲۴۲، رقم الحدیث: ۲۱۳۴

② البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج:۵، ص: ۲۹، رقم الحدیث: ۳۷۶۹

اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے توجہ نہ فرمانے کا سبب یہ تھا کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شریک طعام (یعنی ایصال ثواب) نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد سے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بلکہ تمام امہات المؤمنین کو بلکہ سب اہل بیت کو شریک کیا کرتا ہوں اور تمام اہل بیت کو اپنے لیے وسیلہ بناتا ہوں۔ ①

سانحۂ ارتحال

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ۱۷ رمضان المبارک ۵۷ ہجری میں نماز وتر کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی وصیت کے مطابق رات کی تاریکی میں جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی قبروں کے پہلو میں دفن کیا۔ آپ کے بھانجوں اور بھتیجوں میں سے قاسم بن محمد ابی بکر، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عتیق، عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے آپ کو قبر میں اتارا۔ ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر مدینہ منورہ میں ایک قیامت برپا تھی، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ کی وفات کے بارے میں سنا تو کہنے لگیں:

وَاللهِ مَا كَانَ عَلَى الْاَرْضِ نَسَمَةٌ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

---

① مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، مترجم: عالم دین نقشبندی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۳۶، مکتبہ اللہ ہو والے، لاہور، ۱۹۶۰ء۔

② شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج: ۴، ص: ۳۹۲

عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مِنۡكِ ①

''خدا کی قسم! روئے زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا''۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا قریش کے خاندان بنو عدی سے تھیں۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

حفصہ بنت عمر فاروق بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی القرشی العدوی۔ ②

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام حضرت زینب بنت مظعون تھا، جن کا شمار جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ عظیم المرتبت صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ماموں اور فقیہ اسلام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپ کے حقیقی بھائی تھے۔ ③ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانچ سال قبل عین اس سال پیدا ہوئیں، جب قریش مکہ خانۂ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ ④

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ حضرت حفصہ اور حضرت خنیس رضی اللہ عنہما دعوت حق کی ابتداء میں اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہو گئے اور صف مہاجرین میں شامل ہوئے۔ حق و باطل کے مابین پہلی

---

① الزبیر بن بکار، المنتخب من کتاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۔۱، (۱۴۰۳ھ)، ص:۳۸

② اسد الغابۃ، ج:۴، ص:۱۳۷

③ اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۶۷

④ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۳۹۳

جنگ غزوۂ بدر میں حضرت خنیس رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور واپس آ کر ان ہی زخموں کی وجہ سے رتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ① حضرت خنیس رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقدِ نکاح

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ جب عدت کے دن پورے ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے نکاحِ ثانی کی فکر لاحق ہو گئی، کیونکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا عین جوانی کے عالم میں اچانک بیوہ ہو گئی تھیں، جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کافی مغموم رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ اسی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سوچ بچار کے لئے وقت مانگا۔ چند دنوں کے بعد دوبارہ ملاقات ہوئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے معذرت کر لی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مایوس ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔ انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی بے التفاتی سے رنج ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں اصحاب کی عدمِ توجہی کی شکایت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کر دی۔ اس پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قد زوج الله عثمان خيرا من حفصة، وزوج حفصة خيرا من

---

① شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، ج: ۴، ص: ۳۹۳

عثمان۔①

''اللہ کریم عثمان رضی اللہ عنہ کو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر بیوی عطا فرمائے گا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کو عثمان سے بہتر شوہر عطا فرمائے گا''۔

اس کے بعد خود رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے مژدۂ جانفزا تھا۔ جب نکاح ہو گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور فرمایا کہ جب آپ نے مجھ سے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا اور میں خاموش رہا، تو آپ کو ناگوار گزرا، لیکن میں نے اسی بناء پر کچھ جواب نہیں دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تھا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان سے نکاح کا قصد نہ ہوتا تو میں اس کے لیے آمادہ تھا۔

یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ماہ شعبان 3 ہجری میں نکاح فرمایا اور آپ ام المؤمنین کی حیثیت سے کاشانۂ نبوی کی سکونت سے مشرف ہو گئیں۔ ②

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت کے امتیازی اوصاف

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا انتہائی شاندار کردار کی مالک، بلند ہمت اور سخاوت شعار خاتون تھیں۔ حق گوئی، حاضر جوابی اور فہم و فراست میں اپنے والد بزرگوار کا مزاج پایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں:

---

① الطبقات الکبری، ج:۸، ص:٦٦

② شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۳۹۴

وَكَانَتْ ابْنَةَ أَبِيهَا۔ [1]

''حفصہ اپنے باپ کی بیٹی (کہلانے کی حقدار) تھیں''۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں اور تلاوت قرآن مجید کے علاوہ دیگر عبادتوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ جس کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی، جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت خاندان کے تمام افراد غم سے نڈھال ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لائے اور خوشخبری سنائی کہ

إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي فَقَالَ لِي أَرْجِعْ حَفْصَةَ فَإِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ وَهِيَ زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ۔ [2]

''بے شک جبریل امین علیہ السلام میرے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کر لیجئے، کیونکہ وہ بڑی روزہ دار اور عبادت گزار عورت ہے اور وہ جنت میں آپ کی بیوی ہے''۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں ذرا تیزی تھی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں ان کی سخت کلامی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل آزاری نہ ہو جائے۔ چنانچہ بار بار آپ ان سے فرماتے تھے کہ جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے طلب کر لو، اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے ناراض ہو گئے تو تم خدا کے غضب میں گرفتار ہو جاؤ گی۔ [3]

---

① الترمذی، محمد بن عیسی، السنن، باب ما جاء فی ایجاب القضاء علیہ، ج:۲، ص: ۱۰۴، رقم الحدیث: ۷۳۵

② الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۶۷

③ احمد بن حنبل، المسند، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج:۱، ص:۴۳۸، رقم الحدیث: ۲۲۲

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم کا کافی اہتمام فرمایا۔اس مقصد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کی ڈیوٹی لگائی اور ان سے فرمایا:

''حفصہ رضی اللہ عنہا کو علم سکھاؤ''۔ ①

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو چیونٹی کے کاٹنے کا دم بھی سکھایا تھا۔ ②

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن حکیم کے تمام کتابت شدہ اجزاء کو یکجا کر کے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا تھا۔ یہ اجزاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تادمِ حیات آپ کے پاس رہے۔ یہ ایک عظیم الشان شرف تھا جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سخاوت میں مثل آفتاب تھیں۔آپ نے وفات سے قبل حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ ان کے غابہ کے مقام کی جائیداد کو صدقہ کر کے وقف کر دیں۔ ③

سانحۂ ارتحال

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ۶۳ سال کی عمر میں شعبان ۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور

---

① احمد بن حنبل، المسند، مسند حفصۃ ام المؤمنین بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج:۴۴،ص:۴۵، رقم الحدیث:۲۶۴۵۰

② احمد بن حنبل، المسند، مسند حفصۃ ام المؤمنین بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ج:۴۴،ص:۴۵، رقم الحدیث:۲۶۴۵۰

③ شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، ج:۴،ص:۳۹۶

مروان بن حکم مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ مروان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بنی حزم کے گھر سے مغیرہ بن شعبہ کے گھر تک جنازہ کو کاندھا دیا۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنازہ کو قبر تک لے گئے، پھر ام المؤمنین کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور بھتیجوں نے قبر میں اتارا۔ ①

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ۶۰ حدیثیں مروی ہیں، ان میں ۴ متفق علیہ، ۴ صحیح مسلم میں اور باقی دیگر کتب احادیث میں ہیں۔ ②

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نسب مبارک یہ ہے:

زینب بنت خزیمة بن الحارث بن عبد الله بن عمرو بن عبد مناف بن هلال بن عامر بن صعصعة الهلالية۔ ③

علی بن عبدالعزیز الجرجانی کے بقول حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا، ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں کی طرف سے بہن ہیں، اس لحاظ سے آپ کی والدہ کا نام ہند بنت عوف ہے۔ ④

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا شروع ہی سے نہایت دریا دل اور کشادہ دست تھیں، فقیروں اور مسکینوں کی امداد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتی تھیں اور بھوکوں کو نہایت فیاضی سے کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پسندیدہ اخلاق کی مالک تھیں، لوگوں کی نفع بخشی کے لئے کوشاں رہتی تھیں، یتیموں اور بیواؤں کی

---

① الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۶۹

② شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، ج:۴، ص:۳۹۵

③ اسد الغابة، ج:۷، ص:۱۳۰

④ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، الاصابة فی تمییز الصحابة، ط۔۱، (۱۴۱۵ھ)، ج:۸، ص:۱۵۷

خدمت کرتی تھیں۔ ان صفات کی وجہ سے جاہلیت کے زمانہ ہی سے ام المساکین (مسکینوں کی ماں) کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ ①

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا، جو جلیل القدر صحابی تھے۔ غزوۂ احد کے موقع پر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بہادری و جوانمردی کے جوہر دکھاتے ہوتے ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ اپنی جان قربان کر کے رتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ②

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد نکاح

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۳ ہجری میں حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی عدت گزر جانے کے بعد انہیں اپنی زوجیت کا شرف عطا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ③

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حق مہر میں ۴۰۰ درہم یا ایک روایت کے مطابق ۱۲ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ ④ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح کے بعد دو یا تین مہینے ہی گزرے تھے کہ پیغام اجل آ گیا۔ آپ کا وصال ربیع الآخر ۴ ہجری تیس سال کی عمر میں ہوا اور جنت البقیع کے قبرستان میں تدفین کی گئی۔ خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ

---

① ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۸، ص:۱۵۷

② اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۱۳۰

③ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۸، ص:۱۵۷

④ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۴۱۷

پڑھائی۔① آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں رخصت ہوئیں، دیگر ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وصال فرمایا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد دوسری زوجہ مطہرہ یہی تھیں، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں وصال کیا۔

حضرت ہند بنت ابی امیہ المعروف حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ہند بنت ابی امیہ ہے جبکہ آپ اپنی کنیت ام سلمہ کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کا تعلق قریش کے خاندان بنو مخزوم سے ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نسب مبارک یہ ہے:

هند بنت أبي أمية بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم القرشية المخزومية۔②

آپ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد ایک متمول اور بے حد فیاض شخصیت تھے۔ ان کی سخاوت اور دریا دلی کی شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ بیسیوں لوگ ان کے دسترخوان سے سیراب ہوتے تھے۔ کبھی سفر کرتے تو اپنے تمام ہمراہیوں کی خوراک اور دوسری ضروریات کی کفالت ان ہی کے ذمہ ہوتی۔ ان فیاضیوں کی بدولت لوگوں نے انہیں ''زاد الرکب'' کا لقب دے رکھا تھا۔③ یہی وجہ تھی کہ وہ تمام قبائلِ قریش میں نہایت عزت واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح آپ کے چچازاد بھائی ابو سلمہ بن

---

① الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۸، ص:۱۵۷

② اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۲۷۸

③ اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۲۷۸

عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان ہی کے ساتھ آپ مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ حضرت ابو سلمہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ ① اسی طرح آپ کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ ② حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی ہجرت مدینہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے شوہر ابو سلمہ نے جب ہجرت کا پختہ عزم کر لیا تو وہ اپنی اونٹنی لے آئے۔ مجھے اس پر سوار کیا اور اپنے بیٹے سلمہ کو میری گود میں بٹھا دیا۔ اونٹنی کی نکیل پکڑی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ جب بنو مغیرہ بن عبداللہ نے انہیں ہجرت کرتے دیکھا تو ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور کہا:

"اے ابو سلمہ! اگر تم ہماری مرضی کے خلاف اپنا وطن چھوڑ کر چلے جانے پر مصر ہو تو تمہاری مرضی، ہم تمہیں مجبور نہیں کریں گے لیکن ہم تمہیں اپنی بچی ام سلمہ کو لے جانے کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے"۔

چنانچہ انہوں نے ابو سلمہ کے ہاتھ سے اونٹنی کی نکیل چھین لی اور مجھے اپنے ساتھ واپس لے چلے۔ دوسری جانب ابو سلمہ کے خاندان کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ غصہ سے برافروختہ ہو گئے۔ انہوں نے بنو مغیرہ سے کہا:

"اگر تم ہمارے بھائی ابو سلمہ کے ساتھ اپنی بیٹی کو بھیجنے پر رضامند نہیں تو پھر ہم بھی تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ تم ہمارا بیٹا (شیر خوار سلمہ) اپنے ساتھ لے جاؤ"

---

① شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، ج:۴، ص:۳۹۶

② ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، السیرة النبویة، دار المعرفة، بیروت، (۱۳۹۵ھ)، ج:۲، ص: ۲۱۵

چنانچہ انہوں نے میری گود سے میرے لختِ جگر کو چھین لیا۔ اس کھینچا تانی میں میرے شیر خوار بیٹے کا باز و اتر گیا۔

میرے شوہر کا فراق ہی میرے لئے جانکاہ تھا، اب بیٹا بھی مجھ سے چھین لیا گیا اور اس کی جدائی کا زخم بھی مجھے سہنا پڑا۔ میرے خاندان والے مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور مجھے محبوس کر دیا، یوں میرا سارا کنبہ بکھر گیا اور میرا سارا سکون تباہ و برباد ہو گیا۔

میں ہر صبح ابطح کے مقام پر پہنچتی، یہ وہ جگہ تھی جہاں میرا سارا کنبہ مجھ سے جدا ہوا تھا، وہاں بیٹھ کر دن بھر اپنے خاوند اور اپنے لختِ جگر کے فراق میں آنسو بہاتی رہتی اور شام کو واپس آجاتی۔ اس طرح تقریباً ایک سال گزر گیا۔

ایک روز میں وہاں بیٹھی رو رہی تھی کہ بنو مغیرہ میں سے میرا ایک چچا زاد میرے قریب سے گزرا۔ اس نے جب میری حالت دیکھی، تو اس کا دل پسیج گیا۔ اس نے اپنے قبیلے والوں کو ملامت کی کہ تمہیں اس مسکینہ پر رحم نہیں آتا؟ تم نے اس کو، اس کے خاوند کو اور اس کے بچے کو جدا کر دیا۔

یہ سن کر میرے خاندان والوں نے مجھے کہا:

اگر تم اپنے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ، ہماری طرف سے اجازت ہے۔

میرے خاوند کے رشتہ داروں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے میرا بیٹا مجھے واپس کر دیا۔ میں نے اپنے اونٹ پر کجاوہ ڈالا، اس پر سوار ہو گئی، پھر اپنے بیٹے کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور تنہا مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہو گئی۔ مکہ سے باہر جب میں تنعیم کے مقام پر پہنچی تو وہاں مجھے عثمان بن طلحہ مل گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا:

اے ابو امیہ کی بیٹی! کدھر کا قصد ہے؟

میں نے کہا:

میں مدینہ منورہ جارہی ہیں۔

اس نے پوچھا:

تمہارے ساتھ کوئی اور آدمی بھی ہے؟

میں نے کہا:

اللہ اور اس کے بچے کے سوا میرے ساتھ اور کوئی نہیں۔

اس نے کہا:

میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا، پھر اس نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑی اور مجھے لے کر چل پڑا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے آج تک ایسا کریم النفس رفیق سفر نہیں دیکھا۔ جب وہ کسی منزل پر پہنچتا تو اونٹ کو بٹھاتا اور دور ہٹ کر کھڑا ہو جاتا۔ جب میں اونٹ سے اتر جاتی تو اونٹ کو پکڑ کر لے جاتا۔ اس سے پالان اتارتا اور اسے باندھ دیتا، پھر دور کسی درخت کے سائے میں آرام کرنے کے لئے لیٹ جاتا۔ جب دوبارہ سفر شروع کرنے کا وقت آتا، وہ اونٹ پر کجاوہ کس کر لے آتا، اسے میرے قریب لا کر بٹھا دیتا، مجھے کہتا سوار ہو جاؤ، میں سوار ہونے لگتی تو دور ہٹ جاتا، جب سوار ہو کر بیٹھ جاتی تو وہ نکیل تھام لیتا اور چلنے لگتا۔ سارے سفر میں اس کا یہی معمول رہا یہاں تک کہ اس نے مجھے مدینہ پہنچا دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا أَعْلَمُ أَهْلَ بَيْتٍ فِي الْإِسْلَامِ أَصَابَهُمْ مَا أَصَابَ آلَ أَبِي سَلَمَةَ، وَمَا رَأَيْتُ صَاحِبًا قَطُّ كَانَ أَكْرَمَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ

طَلْحَةَ۔ ①

''بخدا! میں اسلام میں کسی خاندان کو نہیں جانتی جسے ابو سلمہ کے خاندان سے زیادہ مصیبتیں جھیلنی پڑی ہوں اور نہ میں نے کوئی ایسا ساتھی دیکھا ہے جو عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریف النفس ہو''۔

حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شمولیت

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک عرصہ تک اپنے شوہر حضرت ابو سلمہ کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی کو بحسن وخوبی بسر کرتی رہیں۔ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے پیام اجل کو لبیک کہا تو آپ کو امہات المؤمنین کی صف میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر کے وصال کے بعد اس دعا کو اپنا ورد بنالیا تھا، جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کو مصیبت کے وقت پڑھنے کی تعلیم فرمائی تھی۔ وہ دعا یہ ہے:

اللّٰهُمَّ أُجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا۔ ②

''اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر دے اور میرے لئے اس سے بہتر قائم مقام بنا''۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اپنے شوہر کے وصال کے بعد میں اس دعا کو پڑھتی تھی اور اپنے دل میں کہتی تھی کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر مسلمانوں میں کون ہوگا؟ لیکن چونکہ یہ ارشاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا، اس لئے اسے پڑھتی رہی۔ ③ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے بلند اخلاق اور اعلیٰ کردار کی بدولت ان کی نگاہوں

---

① ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، السیرۃ النبویۃ، ج:۲،ص:۲۱۷۔۲۱۹

② ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، السیرۃ النبویۃ، ج:۲،ص:۲۱۷۔۲۱۹

③ القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب ما یقال عند المصیبۃ، ج:۲،ص:۶۳۱، رقم الحدیث: ۹۱۸

میں ایک مثالی شوہر کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے دل میں ایسا خیال آتا تھا لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ باری تعالیٰ نے ان کے لئے کیسے عالی مرتبت شوہر کا انتخاب کر رکھا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے راہ حق میں جو مصیبتیں اٹھائی تھیں، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا بے حد احساس تھا، چنانچہ عدت گزارنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی معرفت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا جسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے قبول کر لیا۔ ①

ایک روایت کے مطابق عدت کی مدت گزر جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا، لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیغام آیا، آپ نے اس بار بھی انکار فرمایا۔ پھر ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام لے کر آئے۔ اس پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ عذر پیش کئے کہ میں غیور عورت ہوں، صاحب عیال ہوں، میری عمر زیادہ ہے اور میرے وارث بھی موجود نہیں ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب بھیجا کہ اگر تم غیور ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری اس غیرت کا مداوا خود فرمائے گا۔ اگر تم عمر رسیدہ ہو تو بھی فکر کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میں عمر میں تم سے بڑا ہوں اور کسی عورت کا اپنے سے بڑے مرد کے ساتھ نکاح کرنا کوئی معیوب بات نہیں ہے۔ اگر صاحب عیال ہو تو تمہاری اولاد کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے۔ رہے تمہارے وارث تو ان میں سے کوئی بھی

---

① شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، ج: ۴، ص: ۳۹۹

خواہ حاضر ہو یا غائب، تمہارے اس نکاح پر کوئی اعتراض نہ کرے گا۔ ①

اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا تھا چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ پیغام قبول کر لیا۔ یوں شوال ۴ ہجری میں آپ کا نکاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو گیا اور آپ کی دعا اعلیٰ ترین انداز میں منصب قبولیت پر فائز ہوئی۔ ②

شادی کے بعد آپ اس حجرے میں منتقل ہو گئیں جہاں ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا رہا کرتی تھیں اور ان کے انتقال کو تقریباً چھ ماہ ہو چکے تھے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو مہر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی چھال سے بھرا ہوا ایک چرمی تکیہ، دو مشکیزے اور دو چکیاں عطا فرمائیں، جو کسی ازواج مطہرات کو عطا نہیں فرمائی تھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شخصی امتیازات

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بہت اکرام کیا کرتے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے نکاح کرنے کے بعد ان کے پاس تین دن رہے، پھر فرمایا:

إِنَّهُ لَيْسَ بِكِ عَلَى أَهْلِكِ هَوَانٌ، إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ لَكِ، وَإِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ لِنِسَائِي۔ ③

''تمہاری اہمیت اور چاہت اپنے شوہر کی نظروں میں ہرگز کم نہیں ہوئی،

---

① (۱) شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۳۹۹

(۲) احمد بن حنبل، المسند، حدیث ام سلمۃ، ج:۴۴، ص:۳۱۱، رقم الحدیث:۲۶۷۲۱

② شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۴۰۲

③ القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب قدر ما تستحقہ البکر، ج:۲، ص:۱۰۸۳، رقم الحدیث: ۱۴۶۰

اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس ایک ہفتہ قیام کرلوں اور اگر میں تمہارے پاس ایک ہفتہ رہا تو میں اپنی تمام ازواج کے پاس ایک ایک ہفتہ رہوں گا''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصی طور پر اپنی دعاؤں میں شامل کیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن ان کے پاس تشریف فرما تھے کہ خادم آیا اور عرض کی:

حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما (گھر کی) دہلیز پر کھڑے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے لئے میرے گھر والوں کے راستے سے ہٹ جایا کرو۔ (یعنی ان کو بلا اجازت گھر آنے دیا کرو)

پس وہ خادم گھر کے ایک کونے میں چلا گیا۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اندر حاضر ہوئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسوں کو اپنی گود میں بٹھایا اور اپنا ایک دست مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رکھا اور ان کو اپنے ساتھ ملایا اور اپنا دوسرا دست اقدس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر رکھا اور انہیں بھی اپنے ساتھ ملایا اور ان دونوں کو چوما اور پھر ان سب پر اپنی کالی کملی ڈال دی، پھر فرمایا:

اَللّٰھُمَّ، إِلَیْكَ لَا إِلَی النَّارِ، أَنَا، وَ أَھْلُ بَیْتِي۔

''اے اللہ! تیری طرف، نہ کہ آگ کی طرف، میں اور میرے اہل بیت۔

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکار کر عرض کیا:

وَ أَنَا، یَا رَسُوْلَ اللهِ۔

اور میں بھی یا رسول اللہ!

قَالَ وَأَنْتِ۔ ①

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں تم بھی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات میں حسن و جمال کے ساتھ ساتھ عقل وفہم کے کمال کا بھی ایک بے مثال نمونہ تھیں۔ اللہ تعالی نے انہیں خوبروئی، علم وذہانت اور اصابت رائے کی نعمتوں سے کافی حصہ دیا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ذہانت ودانشمندی پر یہ واقعہ روشن دلیل ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی قربانیاں کر کے سب لوگ احرام کھول دیں اور بغیر عمرہ ادا کئے سب لوگ مدینہ منورہ واپس لوٹ جائیں، کیونکہ اس شرط پر کفار سے صلح ہوئی ہے۔ اس صورتحال میں جبکہ لوگ رنج وغم میں مبتلا تھے، ایک شخص بھی قربانی کیلئے تیار نہیں تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ کے اس طرز عمل سے روحانی کوفت ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاملہ کا ذکر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

يَا نَبِيَّ اللهِ، أَتُحِبُّ ذٰلِكَ، اخْرُجْ ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً، حَتّٰى تَنْحَرَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ۔

''اے اللہ کے نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ ایسا کرنا پسند فرماتے ہیں تو آپ کسی سے گفتگو کیے بغیر اٹھئے اور اپنے جانور کو قربان کیجئے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کو حلق کرواتے دیکھیں گے تو وہ بھی آپ کی پیروی کو مقدم سمجھیں گے''۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں اپنی اپنی قربانیاں دیں اور احرام اتار کر سر منڈوا لیا۔ ②

---

① احمد بن حنبل، المسند، حدیث ام سلمۃ، ج: ۴۴، ص: ۱۶۲، رقم الحدیث: ۲۶۵۴۱

② البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة، ج: ۳، ص: ۱۹۳، رقم الحدیث: ۲۷۳۱

یوں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی دانشمندی اور فہم و فراست کی وجہ سے یہ مسئلہ حل ہو گیا۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک محفوظ تھے۔ آپ نے موئے مبارک تبرکاً چاندی کی ڈبیہ میں محفوظ رکھے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ میں سے کسی کو تکلیف پہنچتی تو وہ ایک پیالہ پانی سے بھر کر ان کے پاس لاتے، وہ موئے مبارک نکال کر اس پانی میں حرکت دے دیتیں، اس کی برکت سے تکلیف دور ہو جاتی۔ ①

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی نہایت زاہدانہ تھی، عبادت الٰہی سے بڑا شغف تھا، ہر مہینہ میں تین روزے نفل رکھا کرتیں، اوامر و نواہی کی بے حد پابند تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صلب مبارک سے آپ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سانحۂ رحلت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے باختلاف روایات ۵۹ ہجری، ۶۱ ہجری یا ۶۳ ہجری میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شیشی میں آپ کو مٹی عطا فرمائی تھی اور فرمایا تھا جب اس کا رنگ سرخ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ امام حسین شہید ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ۶۱ ہجری میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر انور اور ریش مبارک گرد آلود ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب ما یذکر فی الشیب، ج:۷، ص: ۱۶۰، رقم الحدیث:۵۸۹۶

یارسول اللہ! کیا حال ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں حسین رضی اللہ عنہ کے مقتل سے آرہا ہوں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اسی وقت آنکھ کھل گئی۔ جب آپ نے اس مٹی کو دیکھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو دی تھی، وہ سرخ ہو چکی تھی۔ پھر آپ بے اختیار رونے لگیں۔ ①

اگر اس واقعہ کو درست تسلیم کیا جائے تو آپ کا سن وصال ۶۱ ہجری یا ۶۳ ہجری قرار دیا جا سکتا ہے لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو غریب قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں ''الاستیعاب''، ''اسد الغابۃ''، ''الاصابۃ''، ''مواہب اللدنیۃ'' اور دیگر کتب تاریخ وسیر کے درست اقوال کے مطابق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۵۹ ہجری میں ہوا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ازواج مطہرات میں سے آپ نے ہی سب سے آخر میں وصال فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، جبکہ بعض روایات کے مطابق حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے بیٹوں حضرت سلمہ، حضرت عمر اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما نے آپ کو قبر میں اتارا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ ②

حضرت رملہ بنت ابی سفیان المعروف ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام رملہ بنت ابی سفیان جبکہ کنیت ام حبیبہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نسب

① الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، ج:۶، ص:۱۲۰، رقم الحدیث:۳۷۷۱

② اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۲۷۸

مبارک یہ ہے:

رملة بنت أبي سفيان صخر بن حرب بن أمية بن عبد شمس أم حبيبة القرشية الأموية۔

آپ کی والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص تھا، جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں، ① گویا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والد کی طرف سے بہن جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سترہ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا۔آغاز اسلام میں ہی دونوں میاں بیوی دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔بعدازاں اسلام لانے کے بعد ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔وہاں جانے کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا، ان ہی کے نام پر ام حبیبہ کنیت رکھی گئی اور پھر اسی کنیت سے مشہور ہوئیں۔چند روز کے بعد عبید اللہ مرتد ہو کر عیسائی بن گیا مگر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا صبر و استقلال کا پیکر بن کر اسلام پر قائم رہیں۔ ②

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت کا شرف

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عبید اللہ کے نصرانی ہونے سے پہلے میں نے خواب میں اس کو نہایت بری اور بھیانک شکل میں دیکھا۔میں بہت گھبرائی، صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ عیسائی ہو چکا ہے۔میں نے خواب بیان کیا (شاید متنبہ ہو جائے) مگر اس نے کچھ توجہ نہیں کی اور شراب نوشی میں برابر منہمک رہا، حتی کہ اسی

① شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية، ج: ۴، ص: ۴۰۳

② الاصابة فی تمیز الصحابة، ج: ۸، ص: ۱۴۰

حالت میں مرگیا۔ ①

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ اس واقعہ کے چند روز بعد ہی میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھے "یا ام المؤمنین" کہہ کر آواز دے رہا ہے، جس سے میں گھبرا گئی۔ عدت ختم ہونے کے فوراً بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام نکاح آ گیا۔ ② یوں خواب میں دی جانے والی بشارت حقیقت کا رخِ زیبا اوڑھ کر سامنے آ گئی۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم غربت (دیارِ غیر) میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہونے کی اطلاع ملی تو ایام عدت پورے ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ ③ کو نجاشی شاہ حبشہ کے پاس اس مقصد کے لئے بھیجا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت ام حبیبہ کے لئے نکاح کا پیغام دے۔ نجاشی نے اپنی ایک لونڈی ابرہہ کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام نکاح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔ آپ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ آپ نے اظہارِ مسرت میں لونڈی کو چاندی کی دو انگوٹھیاں عطا کیں۔ پھر آپ نے اپنے ماموں زاد حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو نکاح کا وکیل مقرر کیا۔ شام کو شاہِ حبشہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کو بلا کر خود خطبۂ نکاح پڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ۴۰۰ دینار مہر ادا کیا۔ رسم نکاح سے فراغت کے بعد جب سب اٹھ کر جانے لگے تو حضرت خالد بن سعید

---

① الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۸، ص:۱۴۰

② الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۸، ص:۱۴۰

③ امام زہری کی روایت کے طرق کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔

رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اجلسوا فإن سنة الأنبياء إذا تزوجوا أن يؤكل طعام على التزويج۔ ①

''بیٹھ جاؤ، کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت مبارکہ ہے کہ جب وہ کسی سے شادی کرتے ہیں تو اس شادی پر شادی کا کھانا پیش کیا جاتا ہے''۔

بعد ازاں سب کو کھانا کھلا کر رخصت کیا گیا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تاریخ میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ۶ ہجری میں ہوا جبکہ بعض کے نزدیک آپ کا نکاح ۷ ہجری میں ہوا۔ ② (واللہ اعلم بالصواب)

نکاح کے کچھ عرصہ بعد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئیں۔ ③

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا صفاتِ حمیدہ کی جامع اور نہایت ہی بلند ہمت اور قوی الایمان تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قدیم الاسلام ہونے کا شرف بخشا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور تعظیم وتکریم مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ سے بھی سرشار تھیں۔ مسند احمد میں مذکور ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابو سفیان اسلام قبول کرنے سے قبل ایک مرتبہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور بے تکلف ام المؤمنین کے حجرہ میں جا کر بسترِ نبوت پر بیٹھنے لگے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے لپک کر بستر کو اٹھا دیا۔

① شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۴۰۶

② الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج:۸، ص:۱۴۰، ۱۴۱

③ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۴۰۴، ۴۰۵

آپ کے والد ابوسفیان کو ناگوار گزرا اور اسی ناگواری کی کیفیت میں سوال کیا کہ بیٹی! کیا تو نے اس بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا؟

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے غیرت ایمانی سے سرشار ہو کر جواب دیا:

بل هو فراشُ رسولِ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وأنت امرؤٌ نجس مشرك۔

''بلکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر مبارک ہے اور آپ مشرک ہونے کی وجہ سے نجس ہیں''۔

مجھے پسند نہیں ہے کہ ایک مشرک بستر نبوت پر بیٹھے۔

ابوسفیان یہ جواب سن کر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور کہا میرے بعد تو بہت بگڑ گئی ہے۔ ①

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا انتہائی عبادت گزار خاتون تھیں، مسند احمد میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص بارہ رکعت نفل روزانہ پڑھے گا، اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا، چنانچہ اس کے بعد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ساری زندگی کبھی اس نماز کا ناغہ نہیں کیا۔ ②

---

① احمد بن حنبل، الامام، المسند، باب حدیث ام حبیبۃ رضی اللہ عنہا، ج: ۴۴، ص: ۳۴۲، رقم الحدیث: ۲۶۷۵۹

② احمد بن حنبل، الامام، المسند، باب حدیث ام حبیبۃ رضی اللہ عنہا، ج: ۴۴، ص: ۳۶۲، رقم الحدیث: ۲۶۷۷۵

وصال مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت ہے کہ انتقال کے وقت حضرت ام حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے مجھے بلوایا اور فرمایا:

میرے اور آپ کے درمیان سوکنوں کے تعلقات تھے۔ اگر کوئی غلطی مجھ سے ہوئی ہو تو معاف کر دیجئے اور اس کے بعد فرمایا:

سَرَرْتِنِی سَرَّكِ اللهُ۔ ①

اللہ آپ کو خوش رکھے، آپ نے مجھے خوش کیا۔

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے بھی آپ نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔

بعد ازاں آپ نے ۴۴ ہجری میں ۷۳ سال کی عمر پا کر اپنے بھائی حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے عہد حکومت میں وفات پائی اور جنت البقیع میں ازواج مطہرات کے حظیرہ میں مدفون ہوئیں۔

حضرت ام حبیبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں۔ دو احادیث متفق علیہ ہیں اور ایک حدیث وہ ہے جس کو تنہا مسلم نے روایت کیا ہے، جبکہ باقی حدیثیں دیگر کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

حضرت زینب بنت جحش رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا

آپ کا نام زینب جبکہ کنیت ام الحکم ہے۔ آپ کا تعلق قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے ہے۔ ② آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

---

① احمد بن حنبل، الامام، المسند، باب حدیث ام حبیبۃ رضی اللہ عنہا، ج: ۴۴، ص: ۴۲۳، رقم الحدیث: ۲۶۷۵۹

② اسد الغابۃ، ج: ۷، ص: ۱۲۶

زینب بنت جحش بُن رياب بُن يعمر بن صبرة بُن مرة بُن
كثير بُن غنم بُن دودان بُن أسد بُن خزيمة۔ ①

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ماں کا نام امیمہ بنت عبد المطلب تھا، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت زینب ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ② آپ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن بھی تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا شمار ان خوش نصیب افراد میں ہوتا ہے جنہوں نے السابقون الاولون بننے کا شرف حاصل کیا اور دعوتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی غرض سے رختِ سفر باندھا۔

عقد نکاح

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کرا دیا تھا، مگر چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حسن و جمال اور شرافتِ حسب ونسب میں خاندانِ عرب کی بے مثال عورت تھیں جبکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) بنالیا تھا مگر اس کے باوجود چونکہ وہ پہلے غلام تھے، اس لئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان سے خوش نہیں تھیں اور اکثر میاں بیوی میں ان بن رہا کرتی تھی، یہاں تک کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی۔

اس واقعہ سے فطری طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب نازک پر صدمہ گزرا، چنانچہ ان کی عدت گزرنے کے بعد محض حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے

---

① اسد الغابۃ، ج:۳، ص:۱۹۴

② اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۱۲۶

لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے نکاح کا پیغام بھیجا۔

مسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پیامِ نکاح کے ساتھ بھیجا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جب اس بارے میں سنا تو آپ نے فرمایا:

مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتَّى أُوَامِرَ رَبِّي۔ ①

''میں اس معاملے میں کچھ نہیں کہوں گی، یہاں تک کہ اپنے رب سے مشورہ کرلوں''۔

پھر آپ اپنے گھر میں موجود مسجد میں کھڑی ہوگئیں اور نماز ادا کرنے لگیں۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیات نازل فرما دیں کہ

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ ②

پس جب زید (رضی اللہ عنہ) اپنی حاجت پوری کر چکے اور ان کو طلاق دے دی تو ہم نے زینب (رضی اللہ عنہا) کا نکاح آپ سے کر دیا۔

اس نکاح کے بارے میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کسی مخلوق سے مشورہ نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ میں اپنے پروردگار سے مشورہ یعنی استخارہ کرلوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں فرشتوں کی موجودگی میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔

اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر خطبہ اور گواہوں کے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ③ یہ اس وجہ سے تھا

---

① القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب زواج زینب بنت جحش، ج:۲، ص:۱۰۴۸، رقم الحدیث:۱۴۲۸

② الاحزاب، ۳۷:۳۳

③ القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب زواج زینب بنت جحش، ج:۲، ص:۱۰۴۸، رقم الحدیث:۱۴۲۸

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں اس نکاح کا اہتمام فرمایا تھا اور حضرت جبریل امین علیہ السلام اور دوسرے فرشتے اس نکاح کے گواہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ازواج مطہرات سے بطور فخر کہا کرتی تھیں کہ

زَوَّجَكُنَّ أَهْلُكُنَّ وَزَوَّجَنِی اللهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ۔ ①

تمہارا نکاح تمہارے اہل وعیال نے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالی نے سات آسمانوں میں کیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح پر جتنی بڑی دعوت ولیمہ فرمائی، اتنی بڑی دعوت ولیمہ ازواج مطہرات میں سے کسی کے نکاح کے موقع پر بھی نہیں فرمائی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کس چیز کے ساتھ ولیمہ کیا گیا؟ جواباً حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

أَطْعَمَهُمْ خُبْزًا وَلَحْمًا حَتّٰى تَرَكُوهُ ②

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گوشت اور روٹی کھلائی، یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے''۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کئی خصوصیات کا مظہر تھا، جن میں سے چند یہ ہیں:

اس نکاح کی بدولت:

ا۔ جاہلیت کی رسم کہ متبنیٰ، حقیقی بیٹے کا درجہ رکھتا ہے، کا خاتمہ ہو گیا۔

---

① الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، باب ومن سورۃ الاحزاب، ج:۵، ص:۲۰۸، رقم الحدیث: ۳۲۱۳

② القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب زواج زینب بنت جحش، ج:۲، ص:۱۰۴۹، رقم الحدیث:۱۴۲۸

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے سے منع فرمادیا گیا۔

۳۔ دعوت پہ بلائے جانے کی صورت میں دیر تک خوش گپیوں میں مشغول رہنے سے منع فرمادیا گیا۔

۴۔ اس موقع پر آیت حجاب نازل ہوئی اور پردہ کا رواج ہوا۔ ①

حضرت زینب کا اصلی نام ''برّہ'' تھا۔ نکاح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام تبدیل کرکے زینب رکھ دیا۔ ②

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تفردات

حضرت زینب رضی اللہ عنہا دستکاری کا کام کرتی تھیں اور اس کی آمدنی فقراء و مساکین پر صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک دن امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ ہم میں سے کس کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پہلے ملاقات ہوگی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَطْوَلُكُنَّ يَدًا۔ ③

''میری وفات کے بعد میری وہ بیوی سب سے پہلے مجھ سے آکر ملے گی جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں''۔

یہ سن کر تمام ازواج مطہرات نے ایک لکڑی سے اپنا اپنا ہاتھ ناپا تو حضرت

---

① القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب زواج زینب بنت جحش، ج:۲، ص:۱۰۴۸، رقم الحدیث:۱۴۲۸ (ملخصاً)

② الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۴، ص:۱۸۴۹

③ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب فضائل صدقۃ الشحیح الصحیح، ج:۲، ص:۱۱۰، رقم الحدیث:۱۴۲۰

سودہ رضی اللہ عنہا جو بلند قد کی مالک تھیں، ان کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو اس وقت معلوم ہوا کہ ہاتھ لمبا ہونے سے مراد کثرت سے صدقہ دینا تھا، کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کثرت سے صدقہ دینے کو پسند فرمایا کرتی تھیں۔ ①

حضرت زینب رضی اللہ عنہا عبادت میں بہت خشوع وخضوع کے ساتھ مشغول رہتی تھیں۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق فرماتی ہیں:

وَكَانَتِ امْرَأَةً صَالِحَةً صَوَّامَةً قَوَّامَةً صَنْعًا تَتَصَدَّقُ بِذَلِكَ كُلِّهِ عَلَى الْمَسَاكِين۔ ②

''آپ بڑی نیک، بڑی روزہ رکھنے والی اور بڑی تہجد گزار اور بڑی کمانے والی خاتون تھیں، جو کماتیں تمام کا تمام مساکین پر صدقہ کر دیتی تھیں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَلَمْ أَرَ امْرَأَةً خَيْرًا مِنْهَا۔ ③

''میں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب پہلی مرتبہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سالانہ نفقہ جو بارہ ہزار درہم تھے، آپ کے پاس بھیجا تو آپ نے اس مال پر کپڑا ڈال دیا اور

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب فضائل صدقۃ الشحیح الصحیح، ج:۲، ص:۱۱۰، رقم الحدیث:۱۴۲۰

② الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۸۱، ۸۲

③ احمد بن حنبل، المسند، مسند الصدیقۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج:۴۲، ص:۹۴، رقم الحدیث: ۲۵۱۷۴

برزہ بنت رافع کو حکم دیا کہ اس کپڑے میں اپنا ہاتھ ڈالو اور جتنا ہاتھ بھر سکتا ہے بھر لو اور فلاں فلاں یتیم کو دے آؤ۔

حضرت برزہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کے حکم کے مطابق فلاں فلاں یتیم کو دیتی رہی، یہاں تک کہ کچھ مال باقی بچ گیا۔

جب مال تقسیم ہو رہا تھا تو برزہ بنت رافع نے کہا:

اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، آخر ہمارا بھی اس مال میں کچھ حق ہے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اچھا جو رقم اس کپڑے کے نیچے موجود ہو وہ تم لے لو۔ برزہ نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو پچاسی درہم تھے۔

مال ختم ہونے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

اَللّٰهُمَّ لَا يُدْرِكُنِي عَطَاءُ لِعُمَرَ بَعْدَ عَامِي هٰذَا۔ ①

''اے اللہ! اس سال کے بعد عمر کا وظیفہ مجھ کو نہ پائے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ اس خاتون کا اللہ کی طرف خیر اور بھلائی کا ارادہ ہے۔

بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً ہزار درہم روانہ کئے اور سلام کے ساتھ کہلا بھیجا کہ وہ بارہ ہزار تو خیرات کر دیئے، یہ ایک ہزار اپنی ضروریات کے لئے رکھ لیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وہ ہزار بھی اسی وقت تقسیم کر دیے۔ ②

وصال مبارک

حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے سن ۲۰ ہجری میں ۵۳ برس کی عمر پا کر دار الفناء

---

① الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۸۷

② الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۸۷

سے دار البقاء کی جانب کوچ کیا۔ ① آپ کی وفات سے مدینہ منورہ کے فقراء و مساکین میں حشر برپا ہو گیا، کیونکہ آپ ان کی مربی و دستگیر تھیں۔ وفات کے وقت سوائے ایک مکان کے ترکہ میں کچھ نہیں چھوڑا، سب کچھ راہ خدا میں خیرات کر چکی تھیں۔ وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پانچ کپڑے خوشبو لگا کر کفن کے لئے بھیجے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی سے جو کفن تیار رکھا تھا، ان کی بہن حمنہ نے صدقہ کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے کفن میں انہیں کفنا دیا۔ ②

نماز جنازہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے جنازہ کو پردہ کی غرض سے نعش بنایا گیا اور پھر تمام گلی کوچوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اعلان کرایا کہ

أَنِ اخْرُجُوا عَلَى أُمِّكُم۔ ③

”تمام اہل مدینہ اپنی مقدس ماں کی نماز جنازہ کے لئے حاضر ہو جائیں“۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات کے دن شدید گرمی تھی۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبر کی جگہ پر خیمے لگوا دیئے۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلی قبر تھی جس پر خیمے لگائے گئے۔ ④

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو محمد بن عبداللہ بن جحش، اسامہ بن زید، عبداللہ بن ابی احمد اور محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا اور جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ تدفین کی گئی۔

---

① الطبقات الکبریٰ، ج:۸،ص:۹۱

② الطبقات الکبریٰ، ج:۸،ص:۸۷

③ الطبقات الکبریٰ، ج:۸،ص:۸۸

④ الطبقات الکبریٰ، ج:۸،ص:۸۹

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ۱۱ حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے دو حدیثیں متفق علیہ ہیں جبکہ باقی نو دیگر کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام برّہ تھا۔ نکاح کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام میمونہ رکھا۔ [1] آپ کا تعلق قبیلہ قیس بن عیلان سے تھا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

میمونة بنت الحارث بن حزن بن بجیر بن الهرم بن رویبة بن عبد الله بن هلال بن عامر بن صعصعة الهلالیة أم الفضل [2]

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد نکاح

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل ابورہم بن عبدالعزی کے نکاح میں تھیں۔ ابورہم کی وفات کے بعد حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کی تحریک کی، جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضامند ہو گئے۔ چنانچہ ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ [3]

---

① اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۲۴۶

② اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۲۴۶

③ الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۱۰۵

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت احرام میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا① جبکہ بعض دیگر روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام کی حالت میں نہیں تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام اتار چکے تھے۔②

ایک روایت یہ ہے کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی شادی کا اِختیار حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیا جنہوں نے مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلے پر واقع مقامِ سَرَف پر آپ کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کردیا اور چارسو درہم ③ جبکہ ایک روایت کے مطابق پانچ سو درہم حق مہر قرار پایا۔④ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے خود کو بطور ہبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا اور سید عرب وعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مہر کا تقاضا نہیں کیا۔⑤

ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ہوا اور ادھر قرار دادِ حدیبیہ کے مطابق مسلمانوں کے تین روزہ قیام مکہ کی مدت ختم ہوچکی تھی، لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولیمہ کی تقریب کے سلسلے میں کچھ اور مہلت طلب کرنا چاہی کہ اسی اثنا میں سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزی قریش کی جانب سے پہنچے اور عرض کی:

''مدت قیام ختم ہوگئی ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب تزویج المحرم، ج:۳، ص:۱۵، رقم الحدیث: ۱۸۳۷

② الترمذی، محمد بن عیسی، السنن، باب ماجاء فی کراھیة تزویج المحرم، ج:۲، ص:۱۹۲، رقم الحدیث: ۸۴۱

③ ابن ھشام، عبدالملک بن ھشام، السیرة النبویة، ط۔ ۲، (۱۳۷۵ھ)، ج:۲، ص:۳۷۲

④ الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۱۰۸

⑤ الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۱۰۸

مدینہ واپس تشریف لے جائیں‘‘۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے برّہ جس کا اب نام میمونہ ہے، سے شادی کرلی ہے۔ اگر مزید مہلت مل جائے تو ولیمہ یہیں کروں اور تمہیں بھی اس ضیافت میں شرکت کا موقع دوں۔ ①

اس فرمان کا مقصد وحید یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر تھی کہ عمرہ کی بدولت اہل مکہ کے دلوں پر گہرے نقوش مرتب ہوئے ہیں اور ان کی عداوتیں اور رنجشیں بہت حد تک کم ہوگئی ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی جانتے تھے کہ اگر ان لوگوں نے ضیافت قبول کرلی اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفت وشنید کی تو مکہ کے دروازے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھل جائیں گے۔ سہیل اور حویطب کو بھی اس بات کا خدشہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے صاف صاف جواب دیا:

’’ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیافت کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الحال یہاں سے تشریف لے جائیں‘‘۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس مطالبے کو تسلیم کرلیا اور مسلمانوں کو روانگی کا حکم دے دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو مکہ میں چھوڑا تاکہ وہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو مقام سرف پر لے آئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر اسی جگہ آگئے اور یہیں رسم عروسی ادا ہوئی۔ ②

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری زوجۂ مطہرہ تھیں، ان سے

---

① السیرۃ النبویۃ، ج:۲، ص:۲۷۳

② السیرۃ النبویۃ، ج:۲، ص:۲۷۳

نکاح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی اور نکاح نہیں فرمایا۔ ①

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا شریعت کی پیروی میں بے حد محتاط تھیں۔ حدود کی پاسداری آپ کا شیوہ تھا۔ شریعت کی خلاف ورزی پر جلال کا اظہار فرماتی تھیں اور برائی سے بروقت منع فرمایا کرتی تھیں۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا ایک قریبی رشتہ دار اس حالت میں حاضر ہوا کہ اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی، آپ سخت غضبناک ہوئیں اور اسے جھڑک کر کہا کہ

لَا تَدْخُلْ عَلَى بَيْتِي أَبَدًا۔ ②

''آئندہ کبھی میرے گھر میں قدم نہ رکھنا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نہایت خدا ترس اور متقی تھیں، ہم سب میں زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کا خیال رکھنے والی تھیں۔ ③

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو کمال درجہ کی فراست عطا کی گئی تھی۔ آپ کو بات سمجھانے کا خصوصی ملکہ ودیعت کیا گیا تھا۔ مسند احمد میں روایت ہے کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو آپ کے بھانجے تھے، اس حال میں آئے کہ ان کے بال پراگندہ اور بکھرے ہوئے تھے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یہ حالت کیوں ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا:

---

① الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۱۰۴

② الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۱۱۰

③ الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۱۱۰

میری بیوی ہی مجھے کنگھا کرتی تھی اور ان دنوں وہ ماہواری کے دن گزار رہی ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

کبھی ہاتھ بھی ناپاک ہوتے ہیں؟ ہم اس حالت میں ہوتی تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری گود میں سر رکھ کر لیٹتے تھے اور قرآن کریم تلاوت فرماتے تھے۔ ①

بعد ازاں آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نہایت بلیغ انداز میں سمجھایا کہ عورتیں اس حالت میں حسی طور پر ناپاک نہیں ہوتیں، بلکہ یہ ناپاکی حکمی ہوا کرتی ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ مسند احمد میں مذکور ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک خاتون سخت بیمار ہوگئی۔ اس نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو بیت المقدس جا کر نماز ادا کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی۔ اس عورت نے منت پوری کرنے کے لئے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا۔ سفر پر روانہ ہونے سے قبل حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے رخصت لینے کے لئے حاضر ہوئی اور تمام ماجرا بیان کیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اسے سمجھایا کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ بیت المقدس جانے کے بجائے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز پڑھ لو، منت بھی پوری ہو جائے گی اور ثواب بھی زیادہ ملے گا۔ لہٰذا آپ کے اس مبارک مشورے سے وہ عورت سفر کی تکالیف سے بچ گئی اور مسجد نبوی کی اہمیت سے بھی واقف ہوگئی۔ ②

---

① احمد بن حنبل، المسند، حدیث میمونة بنت الحارث رضی اللہ عنہا، ج: ۴۴، ص: ۳۷۸۔۳۸۰، رقم الحدیث: ۲۶۸۱۰

② احمد بن حنبل، المسند، حدیث میمونة بنت الحارث رضی اللہ عنہا، ج: ۴۴، ص: ۴۰۸، رقم الحدیث: ۲۶۸۲۵

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت کو یہ مشورہ اس وجہ سے دیا تھا کیونکہ وہ عورت تنہا سفر کرنا چاہ رہی تھی، اس کا کوئی محرم بھی نہیں تھا جو اس کے ساتھ جا سکتا، علاوہ ازیں وہ عورت سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے قابل بھی نہ تھی۔ اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا نے اسے مشورہ دیا کہ وہ بیت المقدس جانے کی بجائے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز ادا کر لے، یوں عذر کے باعث اس کی منت بھی پوری ہو جائے گی اور سفر کی مشکلات سے بھی محفوظ رہے گی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بہت ہی مخیّر اور فیاض تھیں، اسی وجہ سے وقتاً فوقتاً قرض لینے کی نوبت آجاتی تھی۔ ایک مرتبہ بہت زیادہ رقم قرض لے لی۔ کسی نے پوچھا: ام المؤمنین! اتنی زیادہ رقم کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟

آپ رضی اللہ عنہا نے قوت ایمانی وایقانی سے فرمایا:

میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص قرض ادا کرنے کی نیت سے قرض لیتا ہے، اللہ تعالیٰ خود اس کے قرض کی ادائیگی کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ ①

وصال مبارک

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ۵۱ ہجری میں ''سرف'' کے مقام پر وصال فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسی چھپر میں آپ کی تدفین کی گئی، جہاں آپ کی رسم عروسی ادا ہوئی تھی۔ محدث عطاء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب جنازہ اٹھایا جانے لگا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ تم جب ان کا جنازہ اٹھاؤ تو اسے جھٹکے

---

① احمد بن حنبل، المسند، حدیث میمونۃ بنت الحارث رضی اللہ عنہا، ج: ۴۴، ص: ۳۹۸-۳۹۹، رقم الحدیث: ۲۶۸۱۶

نہ دینا اور نہ زور زور سے حرکت دینا بلکہ آہستہ آہستہ نرمی سے لے کر چلو"۔ ①

حضرت عبداللہ بن عباس، یزید بن اصم، عبداللہ بن شداد اور عبداللہ خولانی رضی اللہ عنہم نے قبر شریف میں اتارا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ۷۶ احادیث طیبہ مروی ہیں، ان میں سے ۷ متفق علیہ، ایک صحیح بخاری میں اور ایک صحیح مسلم میں ہے، جبکہ باقی دیگر کتب حدیث میں ہیں۔

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے تعلق رکھتی تھیں۔آپ کا نسب مبارک یہ ہے:

جويرية بنت الحارث بن أبي ضرار بن حبيب بن عائذ بن مالك بن جذيمة ②

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں، جو قبیلہ بنی مصطلق کا سردار تھا۔آپ کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد مسافع بن صفوان ذی شفر سے ہوا، جو غزوۂ مریسع میں قتل ہو گیا۔ ③

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقدِ نکاح

غزوہ مریسیع میں کثرت سے لونڈی غلام مسلمانوں کے ہاتھ آئے، ان ہی لونڈیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب مال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب کثرۃ النساء، ج:۷، ص:۳، رقم الحدیث:۵۰۶۷

② اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۵۷

③ الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۹۲

آپ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، چونکہ آپ قبیلہ کے رئیس کی بیٹی تھیں، اسی لئے لونڈی بن کر رہنا گوارا نہ ہوا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مجھ سے کچھ روپیہ لے کر مجھے آزاد کر دو۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے۔

پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ میں قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں۔ میں جس آزمائش میں مبتلا ہوں، وہ آپ پر مخفی نہیں ہے۔ میں ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی اور ان سے کچھ رقم کے بدلہ میں آزادی کی درخواست کی، جسے انہوں نے منظور کر لیا لیکن میں وہ رقم ادا کرنے کے قابل نہیں ہوں، لہٰذا اس معاملہ میں میری مدد فرمائیے۔

ان کی فریاد سن کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کروں تو کیا تم اس کو منظور کر لو گی؟

انہوں نے پوچھا:

یارسول اللہ! اس سے بہتر سلوک اور کیا ہو سکتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَقْضِي كِتَابَتَكِ وَأَتَزَوَّجُكِ۔

''تمہاری کتابت کی رقم میں خود ادا کر دیتا ہوں اور تم کو آزاد کر کے نکاح کر لیتا ہوں''۔

یہ سن کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی شادمانی و مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے اس اعزاز کو بخوشی منظور کر لیا اور یوں ام المؤمنین کے اعزاز سے سرفراز

ہو گئیں۔

جب اس بابرکت نکاح کی خبر مجاہدینِ اسلام کو ملی تو تمام مجاہدین یک زبان ہو کر کہنے لگے کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح فرما لیا ہو، اس خاندان کا کوئی فرد، لونڈی یا غلام نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اس خاندان کے جتنے فرد لونڈی یا غلام مجاہدینِ اسلام کے قبضہ میں تھے، فوراً ہی سب کے سب آزاد کر دیئے گئے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَلَقَدْ أَعْتَقَ بِتَزْوِيجِهِ إِيَّاهَا مِائَةَ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ، فَمَا أَعْلَمُ امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا۔ ①

"اس نکاح کی وجہ سے بنی مصطلق کے سو گھرانے آزاد کر دیئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے علم میں کسی عورت کا نکاح اپنی قوم کے حق میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے بڑھ کر مبارک ثابت نہیں ہوا"۔

آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ایک روایت کے مطابق ۷۰۰ بتائی گئی ہے۔ ②

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا اصلی نام برّہ (نیکوکار) تھا لیکن اس نام سے بزرگی اور بڑائی کا اظہار ہوتا ہے، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام بدل کر جویریہ (چھوٹی لڑکی) رکھ دیا۔ ③

نکاح کے وقت حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۲۰ سال تھی۔ ④

---

① احمد بن حنبل، المسند، مسند الصدیقۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج: ۴۳، ص: ۳۸۴۔۳۸۵، رقم الحدیث: ۲۶۳۶۵

② شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، ج: ۴، ص: ۴۲۶

③ الطبقات الکبریٰ، ج: ۸، ص: ۹۴

④ شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، ج: ۴، ص: ۴۲۷

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میرے قبیلہ میں تشریف لانے سے تین رات پہلے میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ مدینہ منورہ سے ایک چاند نکلتا ہوا آیا اور میری گود میں گر پڑا۔ اس خواب کا ذکر میں نے کسی سے نہیں کیا، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجھ سے نکاح کرنے کے بعد میں اس کی تعبیر سمجھ گئی۔ ①

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو عبادت الٰہی سے نہایت شغف تھا۔ عبادت کے لئے مسجد کے نام سے گھر میں ایک جگہ مخصوص کر رکھی تھی، چنانچہ جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الصبح تشریف لائے، اس وقت حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی مسجد میں مصروفِ عبادت تھیں۔ نصف النہار کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر تشریف لائے اور انہیں مشغول عبادت دیکھ کر فرمایا:

اس وقت سے اب تک اسی حالت میں ہو؟

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی:

جی ہاں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں تم کو کچھ کلمات نہ سکھا دوں کہ اگر ان کلمات کو تیری نمازوں سے تولا جائے جو تو نے صبح سے نصف النہار تک پڑھی ہیں، تمہاری نفل عبادت پر انہیں ترجیح حاصل ہوگی اور وہ کلمات وزن میں بڑھ جائیں گے''۔

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کلمات سکھائے وہ یہ ہیں:

---

① شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، ج:۴،ص:۴۲۶

سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهِ، سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔ ①

پھر فرمایا کہ ان کلمات کو تین تین مرتبہ پڑھ لیا کرو، ان کو نفل نمازوں پر ترجیح حاصل ہے۔

سانحۂ ارتحال

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے ۵۰ ہجری میں ۶۵ برس کی عمر پا کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ حاکم مدینہ مروان بن حکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کے قبرستان میں تدفین کی گئی۔ ②

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے ۷ حدیثیں روایت کی ہیں، جن میں سے دو حدیثیں بخاری شریف میں اور دو حدیثیں مسلم شریف میں، جبکہ باقی تین حدیثیں دیگر کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ آپ کے راویوں میں حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر، اور حضرت طفیل رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ شامل ہیں۔

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

صفية بنت حيي بن أخطب بن سعية بن ثعلبة بن عبيد بن

---

① احمد بن حنبل، المسند، حدیث جویریۃ بنت الحارث رضی اللہ عنہا، ج:۴۵، ص:۴۱۱، رقم الحدیث:۲۷۴۲۱

② الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۹۵

كعب بن الخزرج بن أبي حبيب بن النضير بن النحام بن ناخوم او ينخوم او نخوم۔[1]

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام برّہ بنت سموئل تھا۔ حیی بن اخطب بنو نضیر کا سردار تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہونے کی وجہ سے اپنی قوم میں بے حد معزز و محترم تھا۔ تمام قوم اس کی وجاہت کے آگے سر جھکاتی تھی۔ چودہ برس کی عمر میں حضرت صفیہ کی شادی ایک مشہور اور نامور شہسوار سلام بن مشکم قرظی سے ہوئی لیکن دونوں میاں بیوی میں بن نہ سکی، نتیجتاً سلام بن مشکم نے انہیں طلاق دے دی۔ اس طلاق کے بعد حیی بن اخطب نے ان کا نکاح بنی قریظہ کے مقتدر سردار کنانہ بن ابی الحقیق سے کر دیا۔ وہ خیبر کے رئیس ابو رافع کا بیٹا تھا اور خیبر کے قلعہ القموص کا حاکم تھا، کنانہ، خیبر کے معرکہ میں مقتول ہوا۔[2]

عقدِ نکاح

خیبر کی فتح کے بعد تمام قیدی اور مالِ غنیمت ایک جگہ جمع کیا گیا۔ جب مال غنیمت کی تقسیم ہونے لگی تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قیدیوں میں سے کوئی باندی مجھے عنایت کیجیئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ کوئی باندی لے لو۔

انہوں نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہ کو لے لیا۔

پھر ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

يَا نَبِيَّ اللهِ، أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ

---

① اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۱۶۸

② اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۱۶۸

وَالنَّضِيرِ، لاَ تَصلُحُ إِلَّا لَكَ۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! صفیہ رضی اللہ عنہا، جو قریظہ اور نضیر کے سردار کی بیٹی ہیں، انہیں آپ نے دحیہ کو دے دیا۔ وہ تو صرف آپ ہی کے لیے مناسب تھیں''۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ، وہ لائے گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا:

قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔

ثابت بنانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ابوحمزہ! ان کا مہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا رکھا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خود انہی کی آزادی ان کا مہر تھا اور اسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا۔ ①

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر سے چل کر مقام ''صہبا'' میں اترے اور ''صہبا'' کے مقام پر رسم عروسی ادا کی گئی۔ ولیمہ عجب شان سے ہوا، چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس کے پاس جو کچھ توشہ جمع ہے، وہ لے آئے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھایا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کھجور لائے، بعض گھی، عبدالعزیز نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ستو کا بھی ذکر کیا۔ پھر لوگوں نے ان کا حلوہ بنا لیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولیمہ تھا۔ ②

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب ما یذکر فی الفخذ، ج:۱، ص:۸۳، رقم الحدیث:۳۷۱

② البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب ما یذکر فی الفخذ، ج:۱، ص:۸۳، رقم الحدیث:۳۷۱

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے تو خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کر کے عبا سے ان پر پردہ کیا کہ کوئی نہ دیکھ سکے، گویا کہ یہ اعلان تھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں، ام ولد نہیں۔ ①

مدینہ طیبہ پہنچ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حارث بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر اتارا۔ ان کے حسن و جمال کا شہرہ سن کر انصار کی عورتیں اور دوسری خواتین اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن انہیں دیکھنے آئیں، جب دیکھ کر جانے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہچان لیا اور فرمایا:

عائشہ! تم نے اس کو کیسا پایا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: میں نے ان کا نسبی تعلق یہود سے دیکھا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُولِي هَذَا يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهَا قَدْ أَسْلَمَتْ فَحَسُنَ إِسْلَامُهَا۔ ②

''اے عائشہ! یہ نہ کہو، کیونکہ وہ مسلمان ہوگئی ہیں اور ان کا اسلام اچھا اور بہتر ہے''۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے امتیازات

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نہایت حلیم الطبع، خلیق، کشادہ دل اور صابرہ تھیں۔

---

① القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب فضیلۃ اعتاقہ امتہ، ج: ۲، ص: ۱۰۴۵، رقم الحدیث: ۱۳۶۵

② الطبقات الکبریٰ، ج: ۸، ص: ۱۰۰

جب وہ ام المؤمنین کی حیثیت سے مدینہ منورہ تشریف لائیں اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا انہیں دیکھنے آئیں تو انہوں نے اپنے بیش قیمت طلائی جھمکے اپنے کانوں سے اتار کر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو دیئے اوران کی ساتھی خواتین کو بھی کچھ نہ کچھ زیور عطا فرمایا۔ ①

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر چند ابھرے ہوئے نشانات تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ نشانات کیسے ہیں؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے چاند ٹوٹا اور میری گود میں گرا۔ میں نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا تو اس نے زور سے میرے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا تو یثرب کے بادشاہ کی تمنا کرتی ہے؟ ② اس میں اشارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نہایت محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر موقع پر ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔ ایک بار سفر میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہمراہ تھیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ وہ بہت غمزدہ اور پریشان ہو گئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود تشریف لا کر ان کی دلجوئی فرمائی اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

صفیہ رضی اللہ عنہا کو ایک اونٹ دے دو۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ اونٹ تھے۔ وہ نہایت سخی اور با مروت تھیں، لیکن ان کی زبان سے نکل گیا:

---

① الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۱۰۰

② الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۹۶

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں ایسی خاتون کو اونٹ دوں، جس کا نسبی تعلق یہود سے ہے؟"

یہ کلمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند نہ آیا اور آپ نے دو تین ماہ تک حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کلام تک نہ کیا، پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ اپنا قصور معاف کرایا۔ ①

قبول اسلام کے بعد یہودیت کا طعنہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے بڑی دل آزاری کا سبب ہوتا تھا لیکن وہ نہایت صبر و تحمل سے کام لیتیں اور کسی کو سخت جواب نہ دیتی تھیں۔

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جبکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ ہم تمام ازواج مطہرات میں افضل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواج مطہرات ہونے کے علاوہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابتدار ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لئے فرمایا کہ عائشہ اور زینب رضی اللہ عنہما جب یہ کہتی ہیں کہ ان کا خاندان نبوت سے تعلق ہے:

أَلاَ قُلْت فَكَيْفَ تَكُونَانِ خَيْرًا مِنِّي وَزَوْجِي مُحَمَّدٌ وَأَبِي هَارُونُ وَعَمِّي مُوسَى۔ ②

---

① احمد بن حنبل، المسند، مسند الصدیقۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج:۴۱، ص:۴۶۳، رقم الحدیث: ۲۵۰۰۲

② الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، باب فی فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج:۶، ص:۱۹۱، رقم الحدیث: ۳۸۹۲

”تو تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ میرے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میرے باپ ہارون علیہ السلام اور میرے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں“۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا عفوو درگزر کا پیکر تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ ام المؤمنین میں ابھی تک یہودیت کی بو پائی جاتی ہے، وہ ہفتہ کے دن کو اچھا سمجھتی ہیں اور یہودیوں سے دلی لگاؤ رکھتی ہیں۔ تحقیق کے لئے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود تشریف لے گئے اور احوال معلوم کئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

جب سے خدا نے مجھے ہفتہ کے بدلہ جمعہ عنایت فرمایا، مجھے ہفتہ کو دوست رکھنے کی ضرورت نہیں رہی، ہاں یہودیوں سے بے شک مجھے لگاؤ ہے کہ وہ میرے قرابتدار ہیں اور مجھے ان کے ساتھ صلہ رحمی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی حق گوئی سے بہت خوش ہوئے اور واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے لونڈی سے دریافت کیا کہ میری شکایت پر کس چیز نے تجھے آمادہ کیا؟

اس نے کہا:

شیطان نے بہکایا۔

اس کے بعد ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے راہِ خدا میں لونڈی کو آزاد کر دیا۔ [1]

---

[1] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، ج: ۴، ص: ۴۳۵

جب ظاہری زندگی کے آخری ایام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبع مبارک ناساز تھی تو اکثر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لاتی تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے چین دیکھا تو عرض کیا:

''کاش آپ کی بیماری مجھے ہو جاتی''۔

دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ان کی طرف دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

واللہ أنها لصادقة۔ ①

ان کا اظہار عقیدت بالکل سچا ہے، دل سے بالکل وہ یہی چاہتی ہیں۔

وصال مبارک

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے رمضان المبارک ۵۰ ہجری میں دنیائے فانی سے کوچ فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ② آپ نے اپنا ذاتی مکان راہ خدا میں وقف کر دیا۔ ترکہ میں ایک لاکھ درہم نقد چھوڑے اور وصیت کی کہ یہ ان کے یہودی بھانجے کے لئے ہیں۔ لوگوں نے دینے میں تامل کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہلا بھیجا:

اللہ سے ڈرو اور وصیت پوری کرو۔

چنانچہ ان کی وصیت کی تعمیل کر دی گئی۔ ③

---

① احمد بن حنبل، المسند، حدیث صفیة ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، ج:۴۴، ص:۴۲۹، رقم الحدیث:۲۶۸۵۸

② الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۱۰۲

③ الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۱۰۲

مذکورہ بالا امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لونڈیوں کا تذکرہ بھی کتب سیر میں ملتا ہے، جن میں سے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا قابل ذکر ہیں، لہٰذا سطور ذیل میں ان دونوں شخصیات کا تذکرہ بھی سپرد قرطاس کیا جارہا ہے۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

حضرت ماریہ قبطیہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا کو مقوقس، شاہ اسکندریہ نے بطور نذرانہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا مصر کی رئیس زادی تھیں۔ مقوقس نے قافلۂ ماریہ کو بڑے اہتمام اور عظیم الشان تحائف کے ساتھ رخصت کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قافلہ کا شاندار استقبال کیا اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو ام سلیم بنت ملحان کے گھر اتارا، جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ ① حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کی بہن سیرین بھی آئی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں بہنوں کو اسلام کی دعوت دی، جس پر انہوں نے لبیک کہا۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت سیرین رضی اللہ عنہا کا نکاح سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی معیت کا شرف عطا فرمایا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جیسا سلوک کرتے تھے۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا انتہائی حسین و جمیل، نہایت خوش اخلاق اور بڑی دیندار خاتون تھیں۔ ② نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے

---

① الطبقات الکبری، ج:۱،ص:۱۰۷

② الطبقات الکبری، ج:۱،ص:۱۰۷

ایک نرینہ اولاد عطا ہوئی، جن کا نام حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ رکھا گیا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے تقریباً ۱۸ ماہ کی عمر میں وصال فرمایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی زوجۂ مطہرہ سے اولاد نہیں ہوئی۔

وصال مبارک

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے ۱۶ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے اعزاز واکرام کو باقی رکھا اور نماز جنازہ پڑھا کر جنت البقیع میں تدفین کردی۔ ①

حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کا تعلق یہود کے خاندان بنونضیر سے تھا، بعض نے بنو قریظہ کا قول ذکر کیا ہے۔ ② آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

رَيْحَانَةُ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ خَنَافَةَ بْنِ سَمْعُونَ بْنِ زَيْدٍ من بني النضير۔ ③

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح بنوقریظہ کے ایک شخص "حکم" سے ہوا۔ غزوۂ بنی قریظہ کے بعد جن یہودیوں کو قتل کیا گیا، "حکم" بھی ان میں شامل تھا۔ حضرت ریحانہ ان عورتوں میں تھیں، جنہیں اس موقع پر مسلمانوں نے گرفتار کیا۔ ④

---

① شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۴۶۱

② الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۱۰۲

③ الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۱۰۲

④ الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۱۰۲

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ام المنذر بنت قیس رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرایا۔ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کے قبول اسلام کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم چاہو تو اسلام قبول کرلو اور چاہو تو اپنے مذہب پر قائم رہو۔ انہوں نے اپنے مذہب کو ترجیح دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے رویہ سے بہت رنج ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت کے درمیان رونق افروز تھے۔ حضرت ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کے قبولِ اسلام کی خوشخبری سنائی، جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ ①

دوسری روایت کے مطابق حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں۔ ②

قبولِ اسلام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی ملک میں رکھا۔ ③ بعض روایتوں کے مطابق انہیں آزاد کرنے کے بعد ان سے نکاح فرما کر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے زمرہ میں شامل کرلیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ اوقیہ اور ایک نش سونا مہر ادا کیا اور جس طرح دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی باری مقرر تھی، اسی طرح حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کی بھی باری مقرر تھی۔ بہر صورت حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

---

① الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۱۰۴

② الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۱۰۳

③ الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۱۰۳

باپردہ رہتی تھیں۔ ①

وصال مبارک

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین کی گئی۔ ②

---

① الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۱۰۳

② شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۴۶۲

باب چہارم:

اولاد امجاد
رضی اللہ عنہم

اولاد امجاد رضی اللہ عنھم

مؤرخین اور محدثین کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں، البتہ صاحبزادوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے بچپن میں ہی وصال فرما گئے۔ اکثر مؤرخین نے بیٹوں کی تعداد تین بتائی ہے، جن کے اسماء یہ ہیں:

حضرت قاسم، حضرت عبداللہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہم

جبکہ بعض نے چوتھے صاحبزادے حضرت طیب اور پانچویں حضرت طاہر بتائے ہیں۔ اول الذکر اصحاب کی رائے کے مطابق طیب اور طاہر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی کے القاب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اولاد ام المؤمنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی، سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جو ام المؤمنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ذیل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے اور صاحبزادیوں کے مختصر احوال مبارکہ بیان کیے جا رہے ہیں۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں اظہارِ نبوت سے قبل پیدا ہوئے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک دو سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا[1]۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت قاسم ۷ رضی اللہ عنہ ماہ کی عمر میں ہی اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔[2] آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں مدفون ہیں۔ انہی کی طرف نسبت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابو القاسم کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں اظہارِ نبوت کے بعد پیدا ہوئے۔[3] ۲ سال سے کم عمر ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ مکہ مکرمہ میں مدفون ہیں۔ ان کو طیب وطاہر بھی کہا جاتا ہے۔ ان ہی کی موت پر کسی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتر کہا (وہ شخص جس کی کوئی اولاد نہ ہو)، تو سورۃ الکوثر نازل ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کا دشمن ہی بے اولاد رہے گا۔[4]

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے قریب ''عالیہ'' کے مقام پر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے ۸ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اسی لیے مقام عالیہ

---

① شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج: ۴، ص: ۳۱۶

② اسد الغابۃ، ج: ۴، ص: ۳۵۷

③ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج: ۴، ص: ۳۴۴

④ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج: ۴، ص: ۳۴۴

کا دوسرا نام مشربہ ام ابراہیم بھی ہے۔ ① حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی پیدائش پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ بہت خوش ہوئے۔ ان کی ولادت کی خبر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے مقام عالیہ سے مدینہ منورہ آکر بارگاہِ اقدس میں سنائی۔ یہ خوش خبری سن کر حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے انعام کے طور پر حضرت ابورافع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو ایک غلام عطا فرمایا۔ ② ایک روایت میں یوں ہے کہ جب حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی ولادت ہوئی، اسی وقت حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نازل ہوئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو ''یا ابا ابراھیم'' کہہ کر پکارا۔ ③ جب حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سات دن کے ہوئے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح فرمائے اور ان کے سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات فرمائی اور ان کے بالوں کو دفن کرادیا اور ''ابراہیم'' نام رکھا۔ ④ عرب کی روایات کے مطابق بچپن میں حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی پرورش و نگہداشت کے لیے انہیں اُم سیف نامی دائی کے سپرد کردیا گیا۔ ⑤

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے اہل وعیال پر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے بڑھ کر کسی کو شفیق نہیں پایا۔ حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عوالی مدینہ میں دودھ پیتے بچے تھے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم انہیں ملنے جایا کرتے تھے۔ ہم بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ہوتے۔ نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم جب اس گھر میں داخل ہوتے

---

① شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، ج:۴،ص:۳۴۵

② الطبقات الکبریٰ، ج:۱،ص:۱۰۷

③ الطبقات الکبریٰ، ج:۱،ص:۱۰۸

④ اسد الغابة، ج:۱،ص:۱۵۲

⑤ اسد الغابة، ج:۱،ص:۱۵۲

تو وہ دھوئیں سے بھرا ہوتا تھا کیونکہ خاتونِ خانہ کا شوہر لوہار تھا۔ حضور انور ﷺ انہیں پکڑ کر پیار کرتے اور کچھ دیر بعد واپس آجاتے۔ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ ابْنِي، وَإِنَّهُ مَاتَ فِي الثَّدْيِ، وَإِنَّ لَهُ ظِئْرَيْنِ يُكْمِلَانِ رَضَاعَهُ فِي الْجَنَّةِ۔ ①

"ابراہیم میرا بیٹا تھا، جو دودھ پینے کی عمر میں ہی فوت ہوگیا۔ اس کے لیے دو دائیاں مقرر کی گئی ہیں جو جنت میں اس کی مدت رضاعت کی تکمیل کریں گی"۔

۱۰ ہجری میں ۱۶ یا ۱۸ ماہ کی عمر میں بیماری کی وجہ سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال پر آپ ﷺ کافی رنجیدہ و مغموم ہوئے۔ آپ کے انتقال کے دن سورج گرہن ہوا۔ لوگوں نے سمجھا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے یہ سورج گرہن ہوا ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، انہیں کسی کی زندگی یا موت پر گرہن نہیں لگتا۔ ②

سید عالم ﷺ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس دفن فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یہ پہلی قبر تھی جس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔ ③

---

① احمد بن حنبل، المسند، مسند انس بن مالک، ج:۱۹، ص:۱۵۲، رقم الحدیث:۱۲۱۰۲

② القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، ج:۲، ص:۶۱۸، رقم الحدیث:۹۰۱

③ اسد الغابۃ، ج:۱، ص:۱۵۲

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی ہیں۔آپ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔آپ کی ولادت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تیس برس تھی۔ ① آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا ہے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو جس طرح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی اعلان پر اسلام قبول فرمالیا، اسی طرح آپ کی اولاد بھی مشرف بہ اسلام ہوئی۔اس وقت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عمر دس سال تھی۔

نکاح

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبد شمس بن عبد مناف سے ہوا۔ ② حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا نسب چوتھی پشت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ مکہ کے صاحب ثروت، شریف اور امانت دار انسان تھے۔آپ رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خواہر زادہ ہیں۔ان کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد ہے، جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن ہیں ③ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں۔اس طرح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہیں۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا چونکہ حقیقی بہنیں ہیں،

---

① اسد الغابۃ، ج:۷، ص:۱۳۱

② الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۲۵

③ الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۲۵

اس بنا پر حضرت علی اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہما آپس میں ہم زلف ٹھہرے۔

اعلان نبوت کے بعد مشرکین مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر طرح کی تکالیف سے دوچار کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمۂ طیبہ کی صدا سے پورے مکہ میں انقلاب برپا کر دیا۔ مشرکین مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مزید تکلیف پہنچانے کے لیے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو اس بات پر اکسایا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں اور بدلہ میں قبیلہ قریش میں سے جس عورت سے وہ نکاح کرنا چاہیں، اس عورت کو ان کے نکاح کے لئے رضامند کیا جا سکتا ہے۔

جواب میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا هَاءَ اللهِ، إِذًا لَا أُفَارِقُ صَاحِبَتِي، وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِامْرَأَتِي امْرَأَةً مِنْ قُرَيْشٍ۔ ①

''ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی سے ہرگز جدا نہیں ہوسکتا اور مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ میرے لئے زینب کے علاوہ قریش کی کوئی اور عورت ہو''۔

یہی وجہ تھی کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمایا کرتے تھے کہ ابوالعاص بہترین داماد ہیں۔ ② یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرتِ مدینہ

۱۳ نبوی میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے ہجرت فرمائی، اس وقت

① الہیثمی، علی بن ابوبکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، مکتبۃ القدسی، قاہرۃ، (۱۴۱۴ھ)، ج:۹، ص: ۲۱۴

② الہیثمی، علی بن ابوبکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج:۹، ص: ۲۱۴

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ میں اپنے سسرال کے ہاں مقیم تھیں۔ ۲ ہجری میں غزوۂ بدر کا معرکہ رونما ہوا، جس میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کفار مکہ کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے۔ فتح کے بعد شکست خوردہ کفار کو اہل اسلام نے قید کر لیا۔ ان قیدیوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ قیدیوں کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ فدیہ ادا کرنے کے بعد انہیں آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ اہلِ مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیے اور معاوضے بھیجنا شروع کیے۔ اس ضمن میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی رہائی کے لیے اپنا وہ ہار بھیجا، جو ان کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔ مدینہ منورہ میں یہ فدیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیے گئے اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا فدیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف سے ہار کی شکل میں پیش ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بلا اختیار رقت کی کیفیت طاری ہو گئی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ ہو گئی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوا لَهَا أَسِيرَهَا، وَتَرُدُّوا عَلَيْهَا الَّذِي لَهَا، فَافْعَلُوا۔

''اگر تم مناسب سمجھو تو ابوالعاص کو رہا کر دو اور زینب کا ہار واپس کر دو تو تم ایسا کر سکتے ہو''۔

اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم ابوالعاص کو بلا فدیہ رہا کرتے ہیں اور حضرت

زینب رضی اللہ عنہا کا ہار واپس کرتے ہیں۔ ①

اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے وعدہ لیا کہ مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دینا، چنانچہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے وعدہ کرلیا۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ رہا ہوکر مکہ مکرمہ آئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تمام احوال ذکر کیے اور مدینہ منورہ جانے کی اجازت دے دی۔

بعد ازاں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ روانہ کیا۔ کنانہ نے اپنی قوس اور ترکش کو بھی ساتھ لیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سواری کے اوپر کجاوہ میں تشریف فرما تھی اور کنانہ سواری کے آگے آگے چل رہا تھا۔ اس دوران اہل مکہ کو اطلاع ہوگئی، جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سواری وادئ ذی طوی کے پاس پہنچی تو مکہ والے بھی پیچھے سے پہنچ گئے۔ ہبار بن اسود نے ظلم کرتے ہوئے نیزہ مار کر سیدہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ سے گرا دیا، جس سے آپ زخمی ہوگئیں اور حمل ساقط ہوگیا۔ اتنے میں کنانہ نے اپنا ترکش کھول دیا اور تیر اندازی شروع کردی اور کہا:

واللہ لا یدنو منی رجل إلا وضعت فیه سهما②

”خدا کی قسم! جو بھی میرے قریب آئے گا، اس کو تیروں سے پرو دیا جائے گا“۔

بعد ازاں ابوسفیان نے کنانہ سے کہا کہ قریش مکہ اپنے دشمن کی بیٹی کو اعلانیہ طور پر بھیجنے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔ اس لیے انہیں چند دن بعد رات کی تاریکی میں لے جانا۔

---

① احمد بن حنبل، الامام، المسند، مسند الصدیقة عائشة رضی اللہ عنہا، ج: ۴۳، ص: ۳۸۱

② شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، ج: ۴، ص: ۳۱۸

کنانہ نے رائے تسلیم کر لی اور چند دنوں کے بعد رات کی تاریکی میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ مکرمہ سے باہر مدینہ منورہ سے آئے ہوئے صحابہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے انصاری دوست کے پاس پہنچایا، پس وہ دونوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ①

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی امتیازی خصوصیات

جمادی الاول ۶ ہجری میں مکہ مکرمہ سے قریش کا ایک قافلہ شام کے لیے عازم سفر ہوا۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ بھی اس قافلہ میں شریک تھے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو چند سواروں کے ہمراہ قافلہ کے تعاقب کے لیے روانہ کیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مقام عیص میں اس قافلہ کو پایا، کچھ لوگ گرفتار ہوئے اور باقی بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کسی طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کو پناہ دے دی۔ نماز فجر کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ندا دی:

إِنِّي قَدْ أَجَرْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ۔ ②

"بے شک میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دی ہے"۔

اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سفارش پر تمام مال واسباب ان کے حوالے کر دیا گیا۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے مکہ جا کر جس جس کا مال تھا، اس کے حوالہ کیا اور اس کے بعد قریش مکہ کے سامنے اسلام کا اعلان کیا اور محرم ۷ ہجری میں

① شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، ج:۴، ص:۳۱۸، ۳۱۹

② الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۲۶

مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوالعاص اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کو برقرار رکھا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ ①

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس لختِ جگر نے اسلام کے لیے ہجرت کی اور تمام مصائب و آلام دین کی خاطر برداشت کیے۔ جب آپ ہجرت کے بعد دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتی ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الفاظ کے ساتھ آپ کا استقبال فرماتے ہیں:

هِيَ خَيْرُ بَنَاتِي، أُصِيبَتْ فِيَّ۔ ②

''میری بیٹیوں میں زینب بہترین بیٹی ہے، جسے میری وجہ سے ستایا گیا''۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال پُر ملال

جیسا کہ سابقہ سطور میں ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوران ہجرت ہبار بن اسود کے نیزہ سے زخمی ہوئی تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کا وہی زخم دوبارہ تازہ ہو گیا، جو ان کی وفات کا سبب بنا۔ اسی وجہ سے اکابر اصحابِ قلم کی رائے یہ ہے کہ ان کو شہیدہ کے نام سے تعبیر کیا جانا چاہیئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۸ ہجری کے اوائل میں جہانِ فانی سے کوچ کیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے غسل کا اہتمام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگرانی میں ہوا۔ حضرت ام ایمن، حضرت سودہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہن نے غسل دینے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:

---

① الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۲۷

② الہیثمی، علی بن ابوبکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج:۹، ص:۲۱۳

’’تم اس کو پانی اور بیری کے پتّوں سے تین بار یا پانچ بار یا اس سے زیادہ نہلاؤ اور آخر میں کافور بھی استعمال کرو۔ جب تم نہلا کے فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا۔ جب ہم غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تہبند عنایت کیا اور فرمایا:

یہ اندر اس کے بدن پر لپیٹ دو۔ ①

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا جنازہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں سیدہ رضی اللہ عنہا کو دفنانے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت مغموم تھے۔ ہم میں سے کسی کو بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ قبر کی لحد بنانے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آس پاس بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں آپ کو اطلاع کی گئی کہ قبر تیار ہو گئی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود قبر کے اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد باہر تشریف لائے تو آپ کا چہرۂ انور کھلا ہوا تھا اور غم کے آثار کچھ کم تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس سے پہلے آپ کی طبیعت بہت مغموم نظر آ رہی تھی، اب آپ کی طبیعت میں بشاشت ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ أَذْكُرُ ضِيقَ الْقَبْرِ، وَغَمَّهُ وَضَعْفَ زَيْنَبَ، فَكَانَ ذٰلِكَ

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب ما یستحب ان یغسل وترا، ج:۲، ص:۷۴، رقم الحدیث:۱۲۵۴

يَشُقُّ عَلَيَّ، فَدَعَوْتُ اللهَ عَزَّوَجَلَّ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْهَا فَفَعَلَ [1]

''قبر کی تنگی اور خوفنا کی بھی میرے سامنے تھی اور سیدہ زینب کی کمزوری اور ضعف بھی میرے سامنے تھا، اس بات نے مجھے رنجیدہ خاطر کیا۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ زینب کے لئے اس حالت کو آسان فرما دیا جائے جسے اللہ تعالیٰ نے منظور فرما لیا اور زینب کے لئے آسانی فرما دی''۔

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تین برس بعد پیدا ہوئیں۔ آپ کی ولادت باسعادت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تقریباً تینتیس (۳۳) برس تھی۔ [2] حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش میں پرورش پائی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا، اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی عمر سات سال تھی۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے بھی ان کے ساتھ اسلام قبول کیا اور یوں ''السابقون الاولون'' کے زمرہ میں شامل ہونے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئیں۔

قبل از اسلام سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کیا تھا لیکن ابھی رخصتی ہونا باقی تھی کہ نزول وحی کا آغاز ہوا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنے اور پیغام حق کے مقابلہ میں کفر اور

① الہیثمی، علی بن ابوبکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج: ۳، ص: ۴۷

② شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج: ۴، ص: ۳۲۲

شرک کی اشاعت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نزولِ وحی کے ساتھ ابولہب اور اس کی بیوی کی مذمت فرمائی۔ اس وقت ابولہب نے اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا:

اگر تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دے کر ان سے علیحدگی اختیار نہیں کی تو تمہارا میرے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ دونوں بیٹوں نے حکم کی تعمیل کی اور دختران رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کو طلاق دے دی۔ ①

سیدہ رقیہ کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما سے نکاح

اس طلاق کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ مکرمہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا اور ساتھ ہی رخصتی بھی کر دی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی انتہائی حسین وجمیل تھے اور آپ کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی انتہائی خوش شکل تھیں، اسی وجہ سے انہیں ''احسن زوجین'' یعنی خوبصورت جوڑا کہا جاتا تھا۔ ②

سیدہ رقیہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کی ہجرت حبشہ

مکہ مکرمہ میں جب کفار کے مظالم حدِ برداشت سے بڑھ گئے تو پانچ نبوی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اس سفرِ ہجرت میں ان کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں۔ راہِ خدا میں ہجرت کرنے والوں کا یہ پہلا قافلہ تھا۔ ان کی ہجرت کے کچھ عرصہ بعد ایک عورت حبشہ سے مکہ پہنچی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ہجرت کرنے والوں کے احوال دریافت فرمائے تو اس نے بتایا:

---

① الطبقات الکبری، ج:۸،ص:۲۹

② شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج:۴،ص:۳۲۳

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میں نے آپ کے داماد اور آپ کی بیٹی کو دیکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کیسی حالت میں دیکھا تھا؟

اس نے عرض کیا:

عثمان اپنی بیوی کو سواری پر سوار کیے ہوئے جا رہے تھے اور خود سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے۔

اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

صَحِبَهُمَا اللهُ، إِنَّ عُثْمَانَ أَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ بِأَهْلِهِ بَعْدَ لُوطٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ ①

''اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مصاحب ہو، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی''۔

ہجرتِ مدینہ

قیامِ حبشہ کے دوران ہی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت فرمانے والے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چند صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ مکہ مکرمہ آئے۔ اسی دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے جا چکے تھے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدینہ کی طرف دوسری ہجرت فرمائی۔

---

① ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، دار احیاء التراث العربی، ط۔۱، (۱۴۰۸ھ)، ج:۳،ص:۸۵

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

قیامِ حبشہ کے زمانہ میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا، اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ مشہور ہوئی۔ حضرت عبداللہ کی عمر ٦ سال تھی کہ مدینہ منورہ میں ایک مرغ نے آپ کی آنکھوں میں چونچ ماری، جس وجہ سے آپ کا انتقال ہوا۔ ① نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا سانحۂ ارتحال

٢ ہجری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ایک بیماری میں مبتلا ہوئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کی تیاری میں مصروف تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان غزوۂ بدر میں شرکت کے لئے روانہ ہونے لگے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تیار ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

رقیہ بیمار ہے، آپ ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں ہی مقیم رہیں۔

إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، وَسَهْمَهُ۔ ②

''بے شک آپ کے لئے بدر میں شرکت کرنے والوں کے برابر اجر ہے اور غنائم میں بھی ان کے برابر حصہ ہے''۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ بدر میں شریک تھے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم موجودگی میں سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال پرملال ہوا۔ آپ کی تجہیز و تکفین کے

---

① شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية، ج:۴،ص:٣٢٣

② البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب مناقب عثمان بن عفان، ج:۵،ص:١۵، رقم الحدیث:٣٦٩٨

تمام امور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیئے۔ غزوۂ بدر کی فتح کی بشارت لے کر جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کرنے کے بعد دفن کرنے والے حضرات اپنے ہاتھوں سے مٹی جھاڑ رہے تھے۔ ①

چند ایام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو جنت البقیع میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لے گئے اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری بیٹی ہیں۔ آپ، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ بھی اپنی بہنوں اور والدہ کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو گئیں۔

نکاح اوّل

اعلان نبوت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا، جبکہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور ابولہب کی ہٹ دھرمی اور اسلام دشمنی کھل کر سامنے آئی تو قرآن کریم میں سورہ لہب نازل ہوئی، جس میں ابولہب اور اس کی بیوی کی مذمت کی گئی۔ اس وقت ابولہب نے اپنے بیٹے عتیبہ سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا مطالبہ کیا تو عتیبہ نے طلاق دے دی۔ ②

---

① الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۳۰

② الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۲۹

مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت

ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر افراد کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی۔ ①

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

مَا أَنَا أُزَوِّجُ بَنَاتِي وَلَكِنَّ اللهَ تَعَالَى يُزَوِّجُهُنَّ۔ ②

''میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کے نکاح میں نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں''۔

جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال پر ملال ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سخت صدمہ پہنچا۔ وہ ہر وقت غم میں ڈوبے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں غمگین دیکھ کر فرمایا:

ما شانك يا عثمان

''عثمان! کیا بات ہے''؟

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں:

''آقا! مصیبت کا جو پہاڑ مجھ پر گرا ہے، کسی اور پر نہیں گرا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی، جو میرے نکاح میں تھی، انتقال فرما گئیں، جس سے میری کمر ٹوٹ گئی اور وہ رشتۂ مصاہرت بھی ختم ہو گیا جو میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان تھا۔

---

① الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۳۰

② الحاکم نیشاپوری، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط-۱، (۱۴۱۱ھ)، ج:۴، ص:۵۳،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تسلی دی اور فرمایا:

میرے پاس جبرائیل آئے ہیں اور مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا آپ کے ساتھ نکاح کر دوں اور جو مہر رقیہ رضی اللہ عنہا کے لیے مقرر ہوا تھا، اسی کے موافق ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا مہر ہو۔ ①

چنانچہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ربیع الاوّل ۳ ہجری میں ہوا اور جمادی الاخریٰ میں رخصتی ہوئی۔ روایات کے مطابق حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ②

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک منفرد اعزاز

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو لخت جگر آئیں، جس کی وجہ سے ان کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ اسی طرح انہیں دو ہجرتیں کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ایک حبشہ کی جانب اور ایک مدینہ کی طرف، اسی لئے آپ کو ذوالہجرتین کا لقب ملا۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا شعبان ۹ ہجری میں دارِ فانی سے رحلت فرما گئیں۔ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا چھ سال تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں۔ ③

---

① الحاکم نیشاپوری، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، ج: ۴، ص: ۵۴

② الطبقات الکبری، ج: ۸، ص: ۳۱

③ الطبقات الکبری، ج: ۸، ص: ۳۱

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ پھر غموں کے سمندر میں ڈوب گئے۔ان حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لو کن عشرۃ الزوجتھن عثمان۔ ①

''اگر میرے پاس دس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے، عثمان کے نکاح میں دے دیتا''۔

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد اُن کے غُسل وکفن کے انتظامات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمائے۔سیدہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے کا شرف حضرت اسماء بنت عمیس، سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب اور ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہن نے حاصل کیا۔ ②

جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا جنازہ تیار ہو چکا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔نماز جنازہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کو دفن کرنے کے لیے جنت البقیع میں لایا گیا۔حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ قبر میں اترے جبکہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت علی، حضرت فضل بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی ان کے ساتھ قبر میں اترے اور دفن میں معاونت کی۔ ③

---

① الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۳۱

② الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۳۱

③ الطبقات الکبری، ج:۸، ص:۳۱

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جن کا معروف نام فاطمۃ الزھراء سلام اللہ علیہا ہے۔ آپ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک آپ ایک برگزیدہ ہستی ہیں۔ آپ کی ولادت با سعادت ۲۰ جمادی الثانی بروز جمعہ بعثت کے پانچویں سال مکہ میں ہوئی۔ ①

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مشہور القاب میں زھرا اور سیدۃ نساء العالمین اور بتول ہیں۔ آپ کا مشہور ترین لقب سیدۃ نساء المؤمنین ایک مشہور حدیث کی وجہ سے پڑا، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بشارت دی کہ وہ دنیا اور آخرت میں مومن عورتوں کی سردار ہیں۔ ②

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اِنَّمَا سُمِّیَتْ فَاطِمَۃُ لِاَنَّ اللہَ فَطَمَھَا وَمُحِبِّیْھَا عَنِ النَّارِ۔ ③

اس (یعنی میری بیٹی) کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِس کو اور اس کے مُحِبِّین کو دوزخ سے آزاد کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حُضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

① شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ، ج: ۴، ص: ۳۳۱

② البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج: ۸، ص: ۶۴، رقم الحدیث: ۶۲۸۵

③ علی بن حسام الدین، کنز العمال، مؤسسۃ الرسالۃ، ط۔ ۵، (۱۴۰۱ھ)، ج: ۱۲، ص: ۱۰۹، رقم الحدیث: ۳۴۲۲۴

اِنَّ فَاطِمَةَ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَ اللّٰهُ ذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ۔ [1]

بے شک فاطمہ نے پاک دامنی اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام فرما دیا ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ابتدائی تربیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کی۔ بچپن میں ہی ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تربیت و پرورش کے لیے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتخاب کیا۔ جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کو ان کی تربیت کی ذمہ داری سونپ دی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کا ابتدائی زمانہ دیکھا اور وہ تمام تنگی و عسرت برداشت کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائی زمانہ میں قریش کے ہاتھوں برداشت کی۔ ایک روایت کے مطابق ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں حالت سجدہ میں تھے، جب ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر ملی تو آپ تشریف لائیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمر مبارک پانی سے دھوئی، حالانکہ آپ اس وقت کم سن تھیں۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نکاح حضرت علی

---

① الحاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، باب ذکر مناقب فاطمۃ، ج: ۳، ص: ۱۶۵، رقم الحدیث، ۴۷۲۶

② البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج: ۱، ص: ۵۷، رقم الحدیث: ۲۴۰

رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔ ①

شادی کے اخراجات کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ ۴۸۰ درہم میں حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچ دی اور بعد ازاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہی زرہ بطور تحفہ انہیں لوٹا دی۔ یہ رقم حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر قرار پایا۔ ②

جہیز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مقداد ابن اسود رضی اللہ عنہا کو رقم دے کر اشیاء خریدنے کے لیے بھیجا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مدد کے لیے ساتھ بھیجا۔ انہوں نے چیزیں لا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھیں۔ اس وقت حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں۔ مختلف روایات میں جہیز کی فہرست میں ایک قمیص، ایک مقنع (یا خمار یعنی سر ڈھانکنے کے لیے کپڑا)، ایک سیاہ کمبل، کھجور کے پتوں سے بنا ہوا ایک بستر، موٹے ٹاٹ کے دو فرش، چار چھوٹے تکیے، ہاتھ کی چکی، کپڑے دھونے کے لیے تانبے کا ایک برتن، چمڑے کی مشک، پانی پینے کے لیے لکڑی کا ایک برتن (بادیہ)، کھجور کے پتوں کا ایک برتن جس پر مٹی پھیر دیتے ہیں، دو مٹی کے آبخورے، مٹی کی صراحی، زمین پر بچھانے کا ایک چمڑا، ایک سفید چادر اور ایک لوٹا شامل تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی شہزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصت کرتے وقت یہ دعا فرمائی:

---

① الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۱۶

② الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۱۶

اللھم إنی أعیذھا بك و ذریتھا من الشیطان الرجیم۔ ①

اے اللہ کریم! میں انہیں اوران کی اولاد کو دھتکارے ہوئے شیطان سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

بعدازاں دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اللھم بارك فیھما، وبارك علیھما، وبارك لھما فی ابنائھما، وبارك لھما فی نسلھما۔ ②

اے اللہ! ان دونوں پر برکتیں نازل فرما، ان دونوں کے لئے ان کی اولاد میں برکت عطا فرما اوران کی نسلوں میں برکت عطا فرما۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بعد زنانِ قریش انہیں طعنے دیتی تھیں کہ ان کی شادی ایک غریب سے کردی گئی ہے۔ جس پر انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑا اور تسلی دی کہ اے فاطمہ! ایسا نہیں ہے بلکہ میں نے تیری شادی ایک ایسے شخص سے کی ہے، جو اسلام میں سب سے اول، علم میں سب سے اکمل اور حلم میں سب سے افضل ہے۔ ③

شادی کے بعد آپ کی زندگی طبقۂ نسواں کے لیے ایک عمدہ مثال ہے۔ آپ گھر کا تمام کام خود کرتی تھیں مگر کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں آیا۔ نہ ہی کسی

---

① شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ، ج:۱، ص: ۲۳۵ شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ، ج:۱، ص:۲۳۵

② کنز العمال، ج: ۱۳، ص: ۶۸۱، رقم الحدیث: ۳۷۷۴۹

③ ابن الاثیر علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج: ۷، ص: ۲۱۶

مددگار یا کنیز کا تقاضا کیا۔ ایک موقع پہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کنیز کا مطالبہ کیا تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تسبیح فاطمہ عطا فرمادی اور فرمایا کہ یہ تمہارے لئے خادم اور غلام سے بہتر ہے۔ ①

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں۔ ان کا چلنا ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُشابہ تھا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لختِ جگر کو خوش آمدید کہا اور پھر اپنے پاس بٹھایا، پھر ان سے سرگوشی کی، جسے سن کر شہزادی بہت روئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بے قراری دیکھی تو دوبارہ سرگوشی کی جس سے آپ ہنس پڑیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تو میں نے خاتونِ جنّت سے پوچھا کہ آپ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا سرگوشی کی تھی؟

سیدہ خاتونِ جنّت نے فرمایا:

میں حضور کا راز اِفشا نہیں کروں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو میں نے سیدہ سے کہا: میرا آپ پر جو حق ہے میں آپ کو اس حق کی قسم دے کر سوال کرتی ہوں، مجھے بتایئے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟

---

① ولی الدین التبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، المکتب الاسلامی، بیروت، ط۔ ۳، (۱۹۸۵)، ج:۲، ص:۷۳۷، رقم الحدیث: ۲۳۸۷

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ہاں! اب میں بتاتی ہوں، پہلی بار حبیبِ پروردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرگوشی کی تو مجھے یہ خبر دی کہ ہر سال جبرئیل مجھ سے ایک بار قرآن پاک کا دَور کیا کرتے تھے، اس مرتبہ انہوں نے دو بار دَور کیا ہے، اب میرا یہی گمان ہے کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے، تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور صبر کرنا، بے شک میں تمہارا اچھا پیشوا ہوں۔

خاتونِ جنّت نے کہا: یہ سن کر مجھ پر گریہ طاری ہوا۔ جب بابا جان نے میری بیقراری دیکھی تو مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی اور فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ اَلا تَرْضِيْنَ اَنْ تَكُوْنِىْ سَيِّدَةَ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ ①

اے فاطمہ! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام جنتیوں کی بیویوں یا مومنوں کی بیویوں کی سردار ہو؟

خاتونِ جنّت نے فرمایا: پھر میں مسکرا پڑی اور خوش ہوگئی۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کئی جنگیں دیکھیں، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نمایاں کردار ادا کیا مگر کبھی یہ نہیں چاہا کہ وہ جنگ میں شریک نہ ہوں اور پیچھے رہیں۔ اس کے علاوہ جنگ احد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سولہ زخم کھائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک بھی زخمی ہوا مگر آپ نے کسی خوف و ہراس کا مظاہرہ نہیں کیا اور مرہم پٹی، علاج اور تلواروں کی صفائی کے فرائض سرانجام دیے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، باب من ناجی بین یدی الناس ومن لم یخبر، ج:۸، ص: ۶۴، رقم الحدیث: ۶۲۸۵

ایک فرشتہ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اترا تھا، اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے حاضر ہو اور یہ خوشخبری دے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اہلِ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے۔ ①

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمہ میری جان کا حصہ ہے، پس جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ ②

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنے اہل وعیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے، وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے، وہ بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوتیں۔ ③

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ایک عظیم سانحہ تھا جو حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے لئے کوہِ گراں ثابت ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت سیدہ کو کبھی مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے کچھ ماہ بعد انتیس (۲۹) سال کی عمر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی راہیٔ ملک عدم ہوئیں۔ حضرت اسماء

---

① الحاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، باب ذکر مناقب فاطمۃ، ج:۳،ص:۱۶۴، رقم الحدیث، ۴۷۲۲

② البخاری، محمد بن اسماعیل، باب مناقب فاطمۃ، ج:۵،ص:۲۹، رقم الحدیث:۳۷۶۷

③ الحاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، باب ذکر مناقب فاطمۃ، ج:۳،ص:۱۶۹، رقم الحدیث:۴۷۳۹

رضی اللہ عنہا نے آپ کو غسل دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی معاونت فرمائی۔ بعدازاں سیدہ خاتون جنت کی وصیت کے عین مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات کی تاریکی میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد جنت البقیع میں تدفین فرمادی۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز ①

حضرت مریم علیہا السلام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نسبت کی بنا پر عزیز ہیں جبکہ حضرت فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا ایسی تین نسبتوں سے عزیز ہیں۔

نور چشم رحمۃ للعالمین
آن امام اولین و آخرین ②

پہلی نسبت یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورِ نظر ہیں، جو پہلوں اور آخروں کے امام ہیں۔

بانوئ آن تاجدار "ھل اتی"
مرتضی مشکل کشا شیر خدا ③

---

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ط۔ ۲، (۱۹۷۵ء)، ص: ۱۵۲

② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۲

③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۲

دوسری نسبت یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا ''ھل اتی'' کے تاجدار کی حرم ہیں۔ جو اللہ کے پسندیدہ، اس کے شیر ہیں اور مشکلیں آسان کر دیتے ہیں۔

مادر آن مرکز پرکار عشق
مادر آن کاروان سالار عشق ①

تیسری نسبت یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا اُن کی ماں ہیں جن میں سے ایک عشقِ حق کی پرکار کے مرکز بنے اور دوسرے عشقِ حق کے قافلے کے سالار بنے۔

مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادران را اسوۂ کامل بتول ②

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل تھیں اور آپ مسلمان ماؤں کے لئے اسوۂ کامل بن گئیں۔

بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت
با یہودی چادرِ خود را فروخت ③

ایک محتاج کی خاطر ان کا دل ایسے تڑپا کہ اس کی اعانت کے لیے ایک یہودی کے پاس اپنی چادر فروخت کر دی۔

نوری و ہم آتشی فرمانبرش
گم رضایش در رضائے شوہرش ④

---

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۲
② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۳
③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۳
④ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۳

نوری بھی اور ناری بھی، سب ان کے فرماں بردار تھے، (اس بلند مرتبہ کے باوجود) انھوں نے شوہر کی رضا میں اپنی رضا گم کردی۔

آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان و لب قرآں سرا[1]

انہوں نے صبر و رضا کے ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی کہ چکی چلاتی رہتی تھیں اور لبوں پر قرآن کی تلاوت جاری رہتی تھی۔

گریہ ہائے او ز بالیں بے نیاز
گوہر افشاندے بدامانِ نماز[2]

ان کا گریہ تکیہ سے بے نیاز تھا، وہ اپنے آنسوؤں کے موتی جائے نماز پر گرایا کرتی تھیں۔

اشک او بر چید جبریل از زمیں
ہم چو شبنم ریخت بر عرشِ بریں[3]

ان کے آنسو جبریل امین زمین سے چنتے تھے اور قطراتِ شبنم کی طرح انہیں عرشِ بریں پر برسا دیتے تھے۔

رشتۂ آئین حق زنجیر پاست
پاس فرمان جناب مصطفیٰ است[4]

---

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۳
② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۳
③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۳
④ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۳

اللہ تعالیٰ کی قانون کی ڈوری نے میرے پاؤں باندھ رکھے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا پاس مجھے روک رہا ہے۔

ورنہ گرد تربتش گردیدمی
سجدہ ہا بر خاک او پاشیدمی [1]

ورنہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزار کا طواف کرتا اور اس مقام پر سجدہ ریز ہو جاتا۔

فطرتِ تو جذبہ ہا دارد بلند
چشمِ ہوش از اُسوۂ زہرا مبند [2]

تیری فطرت عالی جذبات کی امین ہے۔ اپنے شعور کی آنکھ کو اسوۂ زہرا رضی اللہ عنہا سے مطلوبہ رفعت و بلندی تک لے جاؤ۔

تا حسینے شاخ تو بار آورد
موسم پیشین بہ گلزار آورد [3]

تا کہ تمہاری پرورش سے حسین علیہ السلام جیسے جوانمرد پیدا ہوں، اگر ایسا ہو گیا تو سمجھو کہ اس گلشن میں پھر ماضی جیسی بہار آ جائے گی۔

اگر پندے ز درویشے پذیری
ہزار امت بمیرد تو نہ میری

---

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۳
② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۵
③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۵

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
که در آغوش شبیرے بگیری [1]

(اے دخترِ ملت!) اگر تو مجھ جیسے درویش باصفا کی نصیحت قبول کر لے تو ہزار قوموں کے مرنے پر بھی تو زندہ و جاوید رہے گی۔ (وہ نصیحت یہ ہے کہ) بتول رضی اللہ عنہا بن جا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مانند زمانے کی نظروں سے خود کو چھپا کر رکھ تاکہ امام عالی مقام جیسے فرزند تیری آغوش میں پروان چڑھیں۔

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، ارمغان حجاز، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ط۔ ۲، (۱۹۷۵ء)، ص: ۹۴

باب پنجم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد بھائی اور بہنیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عم زاد بھائی اور بہنیں

حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ

آپ کا نام ربیعہ اور کنیت ''ابو اروٰی'' ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حارث بن عبد المطلب ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سب سے بڑے چچا تھے اور والدہ کا نام غزیہ بنت قیس تھا۔ آپ ابو سفیان بن حارث ، عبد اللہ بن حارث اور نوفل بن حارث کے سگے بھائی ہے۔[1]

آپ رضی اللہ عنہ کا والد کی طرف سے سلسلۂ نسب یہ ہے:

ربيعة بُن الحارث بُن عبد المطلب بن هاشم بُن عبد مناف القرشي الهاشمي[2]

والدہ کی جانب سے آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

غزية بنت قيس بن طريف بُن عَبْد العزى بُن عَامِرَةَ بُنِ

---

① اسد الغابۃ، ج:۲،ص:۲۵۹

② اسد الغابۃ، ج:۲،ص:۲۵۹

عَمِیرَةَ بْنِ وَدِیعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْن فهر ①

حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ اپنے چچا اور عم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ ②

آپ رضی اللہ عنہ تجارت میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے شریک تھے۔ جب حق و باطل کے مابین غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا تو اس وقت آپ تجارت کی غرض سے ملک شام گئے ہوئے تھے، اس وجہ سے آپ مشرکین کے ہمراہ بدر میں موجود نہ تھے۔ ③

خندق کے ایام میں جب حضرت عباس بن عبد المطلب اور حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہما ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں روانہ ہوئے تو حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے مقام ابواء تک ان دونوں کی مشایعت کی۔ مقام ابواء سے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے مکہ واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضرت عباس اور حضرت نوفل رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

أَيْنَ ترجع إِلَى دار الشرك يقاتلون رسول الله ويكذبونه وقد عز رسول الله وكثف أصحابه ارجع ④

تم دارالشرک کی طرف واپس جاتے ہو؟ جہاں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غالب ہو گئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب بھی کثیر ہو گئے ہیں۔ واپس

---

① الطبقات الکبریٰ، ج: ۴، ص: ۳۵

② الطبقات الکبریٰ، ج: ۴، ص: ۳۵

③ الطبقات الکبریٰ، ج: ۴، ص: ۳۵

④ الطبقات الکبریٰ، ج: ۴، ص: ۳۶

آؤ۔(اور ہمارے ساتھ مدینہ طیبہ چلو)

اس پر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ واپس پلٹے اور ان دونوں کے ساتھ روانہ ہو گئے، یہاں تک کہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ میں مسلمان اور مہاجرین بن کر پہنچے۔ ①

حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں بنی حدیلہ میں ایک مکان بنالیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر سے آپ کو سو وسق سالانہ جاگیر بھی عطا کی تھی۔

سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب فتح مکہ، طائف اور حنین میں حاضر تھے۔ یومِ حنین میں آپ رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اصحاب اور اہل بیت میں شامل تھے، جو مشکل اور کٹھن وقت میں ثابت قدم رہے۔ ②

حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے بیٹے آدم بن ربیعہ ③ بن حارث کو قبیلہ بنی ہذیل میں دودھ پلایا جاتا تھا۔ بنولیث بن بکر نے انہیں اس جنگ میں قتل کر دیا تھا جو ان کے درمیان ہوئی تھی۔ یہ ابھی بچے تھے اور مکان کے آگے گھٹنوں کے بل چل رہے تھے کہ بنولیث نے ایک پتھر مارا، جس کی وجہ سے ان کا سر پاش پاش ہو گیا۔ ④ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے خون کو معاف کرتے ہوئے فرمایا:

---

① الطبقات الکبریٰ، ج:۴، ص:۳۶

② الطبقات الکبریٰ، ج:۴، ص:۳۶

③ ان کے نام میں اختلاف ہے، ناموں میں آدم، ادم، ایاس یا تمام وغیرہ ذکر کیے جاتے ہیں۔ (اسد الغابۃ، ج:۲، ص:۲۵۹)

④ الطبقات الکبریٰ، ج:۴، ص:۳۵

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ، وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ، وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ ①

آگاہ رہو، ہر وہ امر جو زمانۂ جاہلیت سے تعلق رکھتا ہے، میرے قدموں کے نیچے ہے (یعنی اب اس کا کوئی شمار اور انتقام نہیں ہے)۔ وہ خون جو جاہلیت میں ہوا، رائیگاں ہے، سب سے پہلا خون جس سے میں درگزر کرتا ہوں، وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے کا خون ہے۔

حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی حدیثیں روایت کی ہیں، آپ سے آپ کے بیٹے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ احادیث بیان کرتے ہیں۔ حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی وفات اپنے دونوں بھائیوں ابو سفیان بن حارث اور نوفل بن حارث کی وفات کے بعد عہدِ فاروقی میں 23 ہجری مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ②

آپ کی اولاد میں سے سات بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہے۔ یہ ساری اولاد آپ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹی ام الحکیم بنت زبیر سے تھی، ان کی تفصیل یہ ہے: محمد، عباس، حارث، عبداللہ، عبدشمس، امیہ، عبدالمطلب اور بیٹی اروٰی کبریٰ۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ایک اور بیٹی اروٰی صغریٰ کی والدہ ام ولد تھیں۔ ③

حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ

حضرت عبیدہ کی والدہ بنوثقیف سے تعلق رکھتی تھیں، ان کا نام سخیلہ بنت

---

① مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج:۲، ص:۸۸۶، رقم الحدیث:۱۲۱۸

② اسد الغابة، ج:۲، ص:۲۵۹

③ الطبقات الکبریٰ، ج:۴، ص:۳۵

خزاعی تھا۔ ابو حارث یا ابو معاویہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی۔ حضرت عبیدہ، عمر میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس برس بڑے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تایا زاد بھائی تھے۔ انھیں قریش کی شاخ بنو عبد مناف کے سردار ہونے کا شرف حاصل تھا۔ [1]

امام حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے کہ شہر مکہ میں ایک یہودی تاجر رہتا تھا۔ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی، وہ قریش کی مجلس میں گیا اور پوچھا:

کیا آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟

کسی کو یہ خبر نہ تھی۔

اس نے کہا:

دھیان سے میری بات سنو، آج کی رات اس آخری امت کے نبی نے جنم لیا ہے۔ اس کے کندھوں کے مابین گھوڑے کی ایال کی طرح بالوں کی جھالر ہے۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ پہلے دو دن دودھ نہ پیے گا۔

مجلس منتشر ہونے کے بعد لوگ گھر گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے، جس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا گیا ہے۔ حاضرین محفل یہودی سے دوبارہ ملے اور بچے کے بارے میں بتایا۔ وہ خود آپ کے گھر گیا اور سیدہ آمنہ سے بچہ دکھانے کو کہا۔ مہر نبوت دیکھی تو بے ہوش ہو گیا۔ افاقہ ہوا تو کہا:

ذَهَبَتْ وَاللهِ النُّبُوَّةُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَرِحْتُمْ بِهِ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، أَمَا وَاللهِ لَيَسْطُوَنَّ بِكُمْ سَطْوَةً يَخْرُجُ خَبَرُهَا مِنَ

---

[1] اسد الغابة، ج: ۳، ص: ۵۴۷

اَلْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

بخدا، نبوت بنی اسرائیل سے چھن گئی۔ خوش ہو جاؤ قریشیو! تمھیں ایسا غلبہ حاصل ہوگا جس کی خبر مشرق و مغرب میں پھیل جائے گی۔

اس یہودی کے اس قول کے وقت مجلس میں ہشام بن مغیرہ، ولید بن مغیرہ، مسافر بن ابو عمرو، عتبہ بن ربیعہ اور دس سالہ عبیدہ بن حارث سامعین میں شامل تھے۔ ①

شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت عبیدہ بن حارث کا شمار اسلام کی طرف سبقت کرنے والے ان جلیل القدر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوا، جنہیں قرآن مجید نے ''السابقون الاولون'' کا نام دیا ہے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت اسلام قبول کیا جبکہ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت کی غرض سے دار ارقم میں منتقل نہ ہوئے تھے۔ ② حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابو سلمہ، حضرت عثمان مظعون اور حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہم نے بھی اسلام قبول کیا۔

حضرت عبیدہ بن حارث اپنے بھائیوں طفیل بن حارث، حصین بن حارث اور رشتے میں اپنے بھتیجے مسطح بن اثاثہ کے ساتھ مل کر مدینہ ہجرت کے لیے نکلے۔ مسطح پیچھے رہ گئے، کیونکہ ان کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ حضرت عبیدہ اور ان کے بھائیوں نے پلٹ کر ان کو ساتھ لیا اور قبا پہنچے۔ وہاں یہ چاروں حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانی کے مہمان ہوئے۔ ③

---

① الحاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، باب ذکر اخبار سید المرسلین، ج:۲، ص:۶۵۷، رقم الحدیث، ۴۱۷۷

② اسد الغابۃ، ج:۳، ص:۵۴۷

③ اسد الغابۃ، ج:۳، ص:۵۴۷

ربیع الاول ۱ ہجری کے آغاز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن حارث کی قیادت میں ساٹھ (یا اسی) مہاجرین کا ایک دستہ ترتیب دیا۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو عہدِ اسلامی کا پہلا پرچم عنایت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطن رابغ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ مکہ کی طرف جانے والے راستے پر واقع جحفہ سے دس میل آگے احیا نامی جھیل پر اس دستے کی مشرکوں کے دوسو پر مشتمل ایک بڑے جتھے سے مڈبھیڑ ہوئی، جس کی سربراہی باختلاف روایات ابوسفیان بن حرب یا عکرمہ بن ابوجہل کے پاس تھی۔ اسلام کی آمد کے بعد یہ پہلا سریہ تھا جس میں جنگ ہوئی، نہ تلوار سونتی گئی۔ محض آمنا سامنا ہوا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تاریخ اسلامی کا پہلا تیر پھینکا۔ یہ اسلام کی سب سے پہلی جنگ تھی۔ ①

۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری، غزوۂ بدر کے دن، ۳۱۳ اہل ایمان بدر کے میدان میں پہنچے۔ حضرت عبیدہ بن حارث عمر میں ان سب سے بڑے تھے، پھر بھی سید الشہدا ء حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر قریش سے مبارزت کی۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا عتبہ سے دوبدو مقابلہ ہوا، دونوں نے ایک دوسرے پر کاری ضربیں لگائیں۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر تلوار لگی اور ان کا پاؤں کٹ گیا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پلٹ کر عتبہ پر حملہ کیا اور اسے جہنم رسید کیا② بعد ازاں وہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس حال میں اٹھا کر لے آئے کہ ان کی ٹانگ کی نلی سے گودا بہہ رہا تھا۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے جایا گیا۔ حضرت عبیدہ نے آپ کے پاؤں پر سر رکھ کر پوچھا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں نے شہادت نہیں پائی؟

---

① الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج: ۳، ص: ۱۰۲۰، ۱۰۲۱

② سیرت ابن ہشام، ج: ۱، ص: ۶۲۵

فرمایا: کیوں نہیں۔

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اگر ابو طالب دیکھ لیتے تو جان لیتے کہ میں ان کے کہے اس شعر کا صحیح مصداق ہوں:

ونسلمه حتى نصرع حوله
ونذهل عن ابنائنا والحلائل ①

''ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کریں گے یہاں تک کہ ان کے گرد لڑ کر مر نہ جائیں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بھلا نہ دیے جائیں''۔

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کے دونوں بھائی طفیل بن حارث اور حصین بن حارث بھی جنگ بدر میں شریک تھے۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بدر سے لوٹ آئے، لیکن مدینہ نہ پہنچ پائے۔ جنگ بدر کے دو دن بعد زخموں کی تاب نہ لا کر مدینہ کے قریب وادی صفراء میں شہادت پائی اور اسی وادی میں ذات اجذال کے مقام پر سپرد خاک ہوئے۔ شہادت کے وقت حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ میانہ قد کے مالک، گندم گوں اور خوب رو تھے۔ ②

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبیدہ بن حارث کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں انھیں ایک خاص مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ ایک مرتبہ آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ ایک مقام پر رکے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی:

---

① سبل الهدی والرشاد، ج:۴، ص:۳۶

② الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۳، ص:۱۰۲۱

إنا نجد ريح مسك۔

ہمیں مشک کی خوشبو آ رہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایسا کیوں نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہاں ابومعاویہ (عبیدہ بن حارث) کی قبر ہے۔①

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی عقیل اور کنیت ابو یزید ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ابو یزید! مجھے تمہارے ساتھ دوہری محبت ہے۔ ایک اسی قرابت کے سبب سے جو تمہارے ساتھ ہے، دوسری اس وجہ سے کہ میرے چچا تم کو محبوب رکھتے تھے۔②

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت علی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما کے سوتیلے بھائی ہیں اور عمر میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے دس سال جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس سال بڑے ہیں۔③

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کا دل ابتدا سے ہی اسلام کی طرف مائل تھا، لیکن بعض وجوہات کی بنا پر علی الاعلان اسلام قبول نہ کیا، چنانچہ بدر میں بادل نخواستہ مشرکین مکہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ مشرکین مکہ کی شکست فاش کے بعد دوسرے مشرکین کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ دیکھو میرے گھرانے والوں میں سے کون کون لوگ گرفتار ہوئے ہیں۔ حضرت علی

---

① اسد الغابۃ، ج: ۳، ص: ۵۴۷

② الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج: ۳، ص: ۱۰۷۸

③ ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج: ۴، ص: ۶۱

رضی اللہ عنہ نے تحقیقات کر کے عرض کیا کہ نوفل، عباس اور عقیل گرفتار ہوئے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بہ نفس نفیس تشریف لائے اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ ابو جہل قتل ہو گیا۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا:

اب تہامہ میں مسلمانوں کا کوئی مزاحم باقی نہیں رہا۔ ①

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے پاس فدیہ دینے کے لئے رقم نہ تھی، آپ کے ہاتھ مال و دولت سے خالی تھے۔ اس لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی جیب سے ان کا فدیہ دے کر ان کو آزاد کرایا۔ ② آزاد ہونے کے بعد حضرت عقیل رضی اللہ عنہ مکہ واپس گئے اور آٹھ (۸) ہجری میں باقاعدہ اسلام لا کر ہجرت کا شرف حاصل کیا اور غزوۂ موتہ میں شریک ہو کر پھر مکہ واپس گئے۔ وہاں جا کر بیمار پڑ گئے، اس لئے فتح مکہ، طائف اور حنین میں شرکت سے معذور رہے۔ ③ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حنین میں شریک ہوئے، بلکہ جب ابتداء میں مسلمانوں کی شکست کے آثار ظاہر ہوئے اور مہاجرین وانصار کے پاؤں اکھڑ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ اس وقت بھی ثابت قدم رہے۔ ④ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے لئے خیبر کی پیداوار سے ایک سو چالیس وسق سالانہ مقرر فرمایا تھا۔ ⑤

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ علم الانساب کے (جو عربوں کا خاص علم تھا) بڑے ماہر تھے۔ ایام عرب کی داستانیں بھی ان کو ازبر تھیں اور ان علوم میں لوگ ان سے

---

① ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج: ۴، ص: ۳۲

② ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج: ۴، ص: ۶۱

③ اسد الغابۃ، ج: ۴، ص: ۶۱

④ اسد الغابۃ، ج: ۴، ص: ۶۱

⑤ ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج: ۴، ص: ۶۱

استفادہ کرتے تھے۔ ① چنانچہ مسجد نبوی میں نماز کے بعد بیٹھتے تھے اور لوگ ان سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے حد پابند تھے۔ شادی و مسرت کے موقعوں پر بھی جبکہ عموماً کچھ نہ کچھ بے اعتدالی ہو جاتی ہے، آپ ایسے مواقع پہ بھی مسنون طریقوں کا لحاظ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ شادی کی صبح باہر نکلے تو دوست احباب مبارک باد دینے آئے اور عرب کے قدیم دستور کے مطابق ان الفاظ میں تہنیت پیش کی:

بِالرِّفَاءِ وَالْبَنِينَ۔

آپ محبت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور بہت سی اولاد کی خوشیاں دیکھیں۔

اگر چہ ان الفاظ میں کوئی خاص قباحت نہیں تھی لیکن چونکہ مسنون طریقہ تہنیت موجود تھا، اس لئے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو بلکہ

قُولُوا بَارَكَ اللهُ فِيكَ، وَبَارَكَ لَكَ فِيهَا۔ ②

یوں کہو کہ اللہ آپ کو برکت عطا فرمائے اور آپ کے لئے اس (زوجہ) میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخیر عہد میں وفات پائی۔ ③

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی جعفر، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ آپ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

---

① الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۳،ص:۱۰۷۸

② احمد بن حنبل، الامام، المسند، ج:۳،ص:۲۶۰، رقم الحدیث:۱۷۳۸

③ ابن الاثیر علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج:۴،ص:۶۱

رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تقریبا دس سال بڑے تھے۔ ①

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشغولِ عبادت تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دائیں جانب کھڑے تھے۔ خاندان ہاشم کے سردار جناب ابوطالب نے اپنے دو عزیزوں کو بارگاہِ صمدیت میں سربسجود دیکھا تو دل پر خاص اثر ہوا۔ حضرت ابوطالب نے اپنے صاحبزادہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا:

صلِّ جناح ابن عمك، وصلَّ عن يساره۔ ②

جعفر! تم بھی اپنے ابنِ عم کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ جس پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔

ان کو خدائے لم یزل کی عبادت و بندگی میں ایسا سرور ملا کہ وہ بہت جلد ہی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اس وقت تک اکتیس لوگ اس سعادت سے مشرف ہو چکے تھے۔ ③

مشرکینِ مکہ کی ستم آرائیوں سے تنگ آ کر جب مسلمانوں کی جماعت نے حبشہ کی راہ لی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی اس جماعت کا حصہ تھے۔ قریش مکہ کو مسلمانوں کا چین وسکون ایک آنکھ نہ بھاتا تھا، اس لئے نجاشی شاہِ حبشہ کے دربار میں مکہ سے گراں قدر تحائف کے ساتھ ایک وفد آیا اور اس نے درباری پادریوں کو تائید پر آمادہ کر کے نجاشی سے درخواست کی کہ ہماری قوم کے چند ناسمجھ نوجوان

---

① یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱، ص:۲۴۲

② ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج، ۱، ص:۱۵۴

③ ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج:۱، ص:۱۵۴

اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ ہو کر حضور کے قلمروئے حکومت میں چلے آئے ہیں۔ انہوں نے ایک ایسا نرالا مذہب ایجاد کیا ہے جس کو پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ ہم کو ان کے رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ حضور ان لوگوں کو ہمارے ساتھ واپس کر دیں۔ درباریوں نے بھی بلند آہنگی کے ساتھ اس مطالبہ کی تائید کی۔ نجاشی نے مسلمانوں سے بلا کر پوچھا کہ وہ کون سا نیا مذہب ہے جس کے لیے تم لوگوں نے اپنا خاندانی مذہب چھوڑ دیا؟

مسلمانوں نے نجاشی سے گفتگو کے لیے اپنی طرف سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ انہوں نے اس قدر پرجوش اور بھرپور تقریر فرمائی کہ نجاشی آپ کے موقف کا قائل ہو گیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بادشاہ سلامت! ہماری قوم نہایت جاہل تھی، ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو ستاتے تھے، طاقت ور کمزوروں کو کھا جاتا تھا، غرض! ہم اسی بدبختی میں تھے کہ خدا نے خود ہی ہماری جماعت میں سے ایک شخص کو ہمارے پاس رسول بنا کر بھیجا۔ ہم اس کی شرافت، راستی، دیانت داری اور پاکبازی سے اچھی طرح آگاہ تھے۔ اس نے ہم کو شرک و بت پرستی سے روک کر توحید کی دعوت دی۔ اس نے ہمیں راست بازی، امانت داری، ہمسایہ اور رشتہ داروں سے محبت کا سبق سکھایا اور ہم سے کہا کہ ہم جھوٹ نہ بولیں، بے وجہ دنیا میں خونریزی نہ کریں، بدکاری اور فریب سے باز آئیں، یتیم کا مال نہ کھائیں، شریف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، بت پرستی چھوڑ دیں، ایک خدا پر ایمان لائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور زکوٰۃ دیں۔ ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی تعلیم پر چلے۔ ہم نے بتوں کو پوجنا چھوڑا، صرف ایک خدا کی پرستش کی اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا۔ اس پر

ہماری قوم، ہماری جان کی دشمن ہوگئی۔ اس نے طرح طرح سے ظلم وتشدد کر کے ہم کو پھر بت پرستی اور جاہلیت کے برے کاموں میں مبتلا کرنا چاہا، یہاں تک کہ ہم لوگ ان کے ظلم وستم سے تنگ آ کر آپ کی حکومت میں چلے آئے۔

نجاشی نے کہا:

تمہارے نبی پر جو کتاب نازل ہوئی، اس کو کہیں سے پڑھ کر سناؤ۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی چند آیات بینات تلاوت کیں تو نجاشی پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی۔ اس نے کہا:

إِنَّ هَذَا وَالَّذِی جَاءَ بِهِ مُوسَى لَيَخْرُجُ مِنْ مِشْكَاةٍ وَاحِدَةٍ،
انْطَلِقَا فَوَاللهِ لَا أُسْلِمُهُمْ إِلَيْكُمْ أَبَدًا۔ ①

بے شک یہ (قرآن مجید) اور تورات ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں اور قریش کے سفیروں سے مخاطب ہو کر کہا: واللہ! میں انہیں کبھی تمہارے سپرد نہ کروں گا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ کے چھ سال بعد تک حبشہ ہی میں مقیم رہے۔ ۷ ہجری میں وہ حبشہ سے مدینہ آئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ خیبر فتح ہوگیا تھا اور مسلمان اس کی خوشی منا رہے تھے۔ ایسے میں مسلمانوں کو اپنے دور افتادہ بھائیوں کی واپسی کی دوہری خوشی حاصل ہوئی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سامنے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو گلے سے لگایا اور پیشانی چوم کر فرمایا:

ما أدری بأیهما أنا أسر بقدوم جعفر أو بفتح خیبر؟ ②

---

① احمد بن حنبل، الامام، مسند احمد، ج: ۳، ص: ۲۶۲۔۲۶۷ (ملخصاً)، رقم الحدیث: ۱۷۴۰

② ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبرٰی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۔ ۱، (۱۴۱۰ھ)، ج: ۲، ص: ۸۲

میں نہیں جانتا کہ مجھ کو جعفر کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے۔

جمادی الاولیٰ ۸ ھ میں موتہ پر فوج کشی ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوج کا علَم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو عطا کر کے فرمایا کہ اگر زید شہید ہوں تو جعفر اور اگر جعفر بھی شہید ہوں تو عبداللہ ابن رواحہ اس جماعت کے امیر ہوں گے۔ ①
موتہ پہنچ کر معرکہ کارزار گرم ہوا۔ تین ہزار غازیان دین کے مقابلہ میں غنیم کا ایک لاکھ سے بھی زیادہ ٹڈی دل لشکر تھا۔ امیر فوجِ حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ گھوڑے سے کود پڑے اور علَم کو سنبھال کر غنیم کی صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ دشمنوں کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیغ وتبر، تیر وسنان کی بارش ہو رہی تھی، یہاں تک کہ تمام بدن زخموں سے چھلنی ہو گیا۔ دونوں ہاتھ بھی یکے بعد دیگرے شہید ہوئے مگر اس جانباز نے اس حالت میں بھی توحید کے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیا، بالآخر وہ شہید ہو کر گرے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اور ان کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلامی پرچم تھاما اور مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا۔ ②

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شریک تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی لاش کو تلاش کر کے دیکھا تو صرف سامنے کی طرف پچاس زخم تھے، تمام بدن کے زخموں کا شمار تو نوے سے بھی متجاوز تھا ③ اور

---

① یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱، ص:۲۴۲

② یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱، ص:۲۴۲

③ یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱، ص:۲۴۲

ان میں سے کوئی زخم پشت پر نہ تھا۔ ①

میدانِ جنگ میں جو کچھ ہو رہا تھا، خدا کے حکم سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تھے، چنانچہ لشکر کے آنے سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی شہادت کا حال بیان فرما دیا۔ اس وقت آپ کی کیفیت یہ تھی:

وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ ②

کہ آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری تھے۔

سیدہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے عم زاد کی مفارقت کا شدید غم تھا۔ شہادت کی خبر سن کر بادیدہ تر ''واعماہ! واعماہ!'' کہتے ہوئے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَلَى مثل جَعْفَر فلتبك البواكي۔ ③

بے شک! جعفر جیسے شخص پر رونے والیوں کو رونا چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عرصہ تک شدید غم رہا، یہاں تک کہ روح الامین نے یہ بشارت دی کہ خدا نے جعفر رضی اللہ عنہ کو دو کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلہ میں دو نئے بازو عنایت کیے ہیں، جن سے وہ ملائکہ جنت کے ساتھ مصروفِ پرواز رہتے ہیں۔ ④ اسی وجہ سے آپ کو طیار (اڑنے والا) کہا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ موتۃ من ارض الشام، ج:۵، ص: ۱۴۳، رقم الحدیث: ۴۲۶۰

② البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ موتۃ من ارض الشام، ج:۵، ص: ۱۴۳، رقم الحدیث: ۴۲۶۲

③ ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج:۱، ص: ۵۴۱

④ یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱، ص: ۲۴۲

رضی اللہ عنہ جب بھی ابن جعفر کو سلام کرتے تھے تو یوں فرماتے تھے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ۔ ①

اے دو پروں والے کے بیٹے! تم پر سلامتی ہو۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کشادہ دست وفیاض تھے، غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے میں ان کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ابوالمساکین کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ② حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اکثر بھوک کے باعث پیٹ کو کنکروں سے دبائے رکھتا تھا اور لوگوں سے آیت کے بارے میں پوچھتا پھرتا تھا کہ شاید کوئی مجھے اپنے گھر لے جائے اور کچھ کھلائے۔ میں نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو مسکینوں کے حق میں سب سے بہتر پایا، وہ ہم لوگوں (اصحاب صفہ) کو اپنے گھر لے جاتے تھے اور جو کچھ ہوتا تھا، سامنے لاکر رکھ دیتے تھے، یہاں تک کہ بعض اوقات گھی یا شہد کا خالص مشکیزہ تک لا دیتے اور اس کو پھاڑ کر ہمارے سامنے رکھ دیتے اور ہم اس کو چاٹ لیتے تھے۔ ③

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کا باب انتہائی وسیع ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرمایا کرتے تھے:

أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي۔ ④

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ موتۃ من ارض الشام، ج:۵،ص:۱۴۳، رقم الحدیث: ۴۲۶۴

② یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱،ص:۲۴۲

③ یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱،ص:۲۴۲

④ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج:۵،ص:۱۹، رقم الحدیث: ۳۷۰۸

جعفر! تم میری صورت وسیرت دونوں میں مجھ سے مشابہ ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے پہلے جس قدر نبی گذرے ہیں، ان کو صرف سات رفیق دیئے گئے تھے، لیکن میرے رفقائے خاص کی تعداد چودہ (۱۴) ہے۔ ان میں سے ایک جعفر بھی ہیں۔ [1]

حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم

ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد اور داماد تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت ابو طالب اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے والدین کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چار خصوصیات ایسی ہیں، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی میں نہیں ہیں۔

۱۔ هُوَ أَوَّلُ عَرَبِيٍّ وَعَجَمِيٍّ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

عرب وعجم میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے کا شرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

۲۔ وَهُوَ الَّذِی كَانَ لِوَاؤُهُ مَعَهُ فِي كُلِّ زَحْفٍ

آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہر لشکر میں آپ کا عَلَم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔

۳۔ وَهُوَ الَّذِی صَبَرَ مَعَهُ يَوْمَ فَرَّ عَنْهُ غَيْرُه

---

[1] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، ج:۶، ص: ۱۳۰، رقم الحدیث: ۳۷۸۵

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے دن بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور کوئی نہ تھا۔

۴۔ وَهُوَ الَّذِي غَسَّلَهُ وَأَدْخَلَهُ قَبْرَهُ [1]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا اور قبر میں اتارا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تین سال کی عمر تک اپنے والدین کے پاس رہے اور اس کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ گئے۔ جب آپ تین سال کے تھے، اس وقت مکہ میں بہت سخت قحط پڑا۔ جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جناب ابو طالب کو اقتصادی مشکلات کا سخت سامنا کرنا پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ ہم میں سے ہر ایک، ابو طالب کے ایک ایک بچے کی کفالت اپنے ذمہ لے تا کہ ان کی مشکل آسان ہو جائے۔ اس طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جعفر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت کی ذمہ داری کو قبول کر لیا۔

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نماز ادا کرتے دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ

''آپ لوگ ابھی کیا کر رہے تھے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا:

''یہ اللہ کا دین ہے۔ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں تمہیں اللہ، جس کا کوئی شریک نہیں، اس پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ اللہ کی عبادت کرو اور بتوں سے دور رہو۔''

---

[1] یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۳، ص:۱۰۹۰

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

''یہ بات میں نے اس سے پہلے نہیں سنی۔ جب تک میں اپنے والد سے مشورہ نہ کرلوں، میرے لیے کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''علی! اگر تم ایمان نہیں لانا چاہتے تو کم از کم اس راز کو کسی اور پر ظاہر مت کرنا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات سوچ بچار میں گزاری۔ اللہ کریم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو صحیح اور غلط کا شعور عطا فرمایا تھا، اس کی بنیاد پہ فیصلہ کیا، اگلی صبح حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان لے آئے۔[1] یوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں نماز ادا کی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر تیئیس (۲۳) سال تھی۔ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین مکہ کے محاصرے اور ان کے برے ارادوں کی اطلاع پا کر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر استراحت کرنے کا حکم دیا اور مکہ کے لوگوں کی امانتیں جو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھی گئی تھیں، ان کے مالکوں کے سپرد کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اس شدید خطرے کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر سکون و اطمینان کے ساتھ محوِ خواب ہو گئے۔ مشرکین مکہ یہ سمجھتے رہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اپنے بستر پر موجود ہیں۔ وہ علی الصبح اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل

---

[1] یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱، ص:۲۴۲

کے لئے اندر آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ آپ کا ایک جاں نثار اپنے آقا پر قربان ہونے کے لئے موجود ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر رات کے وقت ہی مدینہ منورہ جانے کے لئے نکل چکے تھے۔ مشرکین مکہ اپنی اس غفلت کی بنا پر ایک دوسرے پر برہم ہوتے رہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر اپنے اصل مقصود کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ سے تشریف لے جانے کے بعد دو یا تین دن مکہ میں رہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کر کے اور لین دین کے معاملات سے فراغت حاصل کر کے تیسرے یا چوتھے دن عازم مدینہ منورہ ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کئی روز تک رات دن پیدل چل کر اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے کہ آپ کے قدموں سے خون بہہ رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگا کر عافیت کی دعا فرمائی۔ اس دعا کی برکت سے شہادت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ رہے۔ ①

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل کیا۔ غزوۂ تبوک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین بنایا تھا۔ ② حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی میں لکھنے پڑھنے کی تعلیم حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ اسلام لانے کے وقت اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر بہت کم تھی، تاہم آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اسی لئے ابتداء ہی سے بعض

---

① یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱، ص:۲۴۲

② یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱، ص:۲۴۲

دوسرے صحابہ کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحریری امور انجام دیتے تھے۔ چنانچہ کاتبان وحی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی شامل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بعض مکاتیب و فرامین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک سے لکھے ہوئے تھے۔ حدیبیہ کا صلح نامہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ (1)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شمار مفسرین قرآن کے اعلیٰ طبقہ میں ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا اس کمال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کوئی شریک نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں نہ صرف پورا قرآن زبانی یاد کرلیا تھا بلکہ اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شان نزول سے بھی واقف تھے۔ علم ناسخ و منسوخ میں بھی آپ رضی اللہ عنہ یکتائے روزگار تھے۔

جنگ نہروان کے بعد خوارج میں سے کچھ لوگ جیسے عبد الرحمن بن ملجم مرادی، برک بن عبد اللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی ایک رات مکہ میں جمع ہوئے اور نہروان میں مارے گئے اپنے ساتھیوں کو یاد کرتے ہوئے ان دنوں کے حالات اور داخلی جنگوں کے بارے میں تبادلہ خیال کرنے لگے۔ بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس قتل و غارت کی وجہ حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اگر ان تینوں افراد کو قتل کر دیا جائے تو مسلمان اپنے مسائل کو خود حل کرلیں گے۔ لہٰذا انہوں نے آپس میں طے کیا کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی ان میں سے ایک ایک کو قتل کرے گا۔ اس ناپاک ارادے کی تکمیل کے

---

(1) یوسف بن عبد اللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱، ص:۲۴۲

لئے ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا عہد کیا اور سن ۴۰ ہجری انیسویں رمضان المبارک کی شب کو مسجد کوفہ میں آ کر بیٹھ گیا۔ عین حالت سجدہ میں ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ کے فرق مبارک پر تلوار کا وار کیا۔ آپ کے سر سے خون جاری ہوا، آپ کی داڑھی اور محراب خون سے رنگین ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی لوگوں کی اصلاح و سعادت کی طرف متوجہ تھے۔ آپ کے رحم و کرم اور مساوات پسندی کا عالم یہ تھا کہ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کر کے آپ کے سامنے لایا گیا اور آپ نے اپنے دونوں بیٹوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو ہدایت فرمائی کہ یہ ہمارا قیدی ہے، اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا، جو کچھ خود کھانا، وہ اسے کھلانا، اگر میں صحت یاب ہو گیا تو مجھے اختیار ہے کہ چاہے اسے سزا دوں یا معاف کر دوں اور اگر میں دنیا میں نہ رہا اور آپ نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضرب لگانا کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضرب لگائی ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ ہرگز قطع نہ کرنا، کیونکہ یہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ دو روز تک بستر شہادت پر کرب و اضطراب کے ساتھ کروٹیں بدلتے رہے۔ آخر کار زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور ۲۱ رمضان کو نمازِ صبح کے وقت آپ کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تجہیز و تکفین کے بعد آپ کے جسم اطہر کی کوفہ میں تدفین کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اور جنازے میں چار تکبیریں پڑھی گئیں۔ [1]

---

[1] یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:۱، ص:۲۴۲

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت

مسلم اول ① شہ مرداں علی
عشق را سرمایۂ ایماں علی ②

پہلے مسلمان اور مردوں کے سردار علی رضی اللہ عنہ ہیں، عشق کیلئے ایمان کا سرمایہ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

ذات او دروازۂ شہر علوم
زیر فرمائش حجاز و چین و روم ③

ان کی ذات شہر علوم کا دروازہ ہے اور ان کے فرمان کے زیر تابع حجاز و چین و روم یعنی ساری دنیا ہے۔

ہر کہ در آفاق گردد بو تراب
باز گرداند ز مغرب آفتاب ④

جو بھی آفاق میں ابوتراب ہوجاتا ہے یعنی اپنی مٹی کو فتح کر لیتا ہے، اللہ

---

① مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، عورتوں میں سب سے پہلے حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا، بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا جبکہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ (احمد بن محمد بن ابراہیم، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ط۔۱، (۱۴۲۲ھ)، ج:۵، ص:۸۵

② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، اسرار خودی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ط۔۲، (۱۹۷۵ء)، ص:۴۷

③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، اسرار خودی، ص:۴۸

④ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، اسرار خودی، ص:۴۸

تعالیٰ اُسے یہ طاقت عطا فرما دیتا ہے کہ وہ مغرب میں ڈوبے ہوئے سورج کو پھر طلوع کر سکتا ہے۔

شیرِ حق ایں ـــ را تسخیر کرد
ایں گِل تاریک را اکسیر کرد ①

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے وجود کی مٹی کو تسخیر کرلیا، اپنی مٹی کو روشن کردیا، اپنے وجود کو روشن کردیا۔

مرتضٰی کز تیغ او حق روشن است
بوتراب از فتحِ اقلیمِ تن است ②

آپؓ وہ مرتضی ہیں جن کی تلوار سے اللہ نے حق کو زمین پہ غالب کیا، انہیں ابوتراب کا لقب اپنے وجود کو فتح کرنے سے ملا۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری ③
مٹایا قیصر و کسرٰی کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا؟ زور حیدر، فقر بوذر، صدق سلمانی ④

---

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، اسرار خودی، ص:۴۸

② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، اسرار خودی، ص:۴۸

③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، بانگ درا (مشمولہ کلیات اقبال)، مکتبۂ جمال کرم، لاہور، (۲۰۱۲ء)، ص:۴۵۲

④ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، بانگ درا، ص:۴۸۰

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی ①
بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن
اس زمانہ میں کوئی حیدر کرار بھی ہے ②
امارت کیا شکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زور حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی ③
قبضے میں یہ تلوار ④ بھی آجائے تو مومن
یا خالد جانباز یا حیدر کرّار ⑤

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور اہلِ علم کے قول کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ولادت شعب ابی طالب میں ہوئی تھی، جبکہ کفار مکہ کی جانب سے بنی ہاشم کا مقاطعہ کیا گیا تھا۔ ⑥

---

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل (مشمولہ کلیات اقبال)، مکتبۂ جمال کرم، لاہور، (۲۰۱۲ء)، ص: ۶۳۱

② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل، ص: ۶۴۶

③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل، ص: ۷۳۷

④ تلوار سے مراد یہاں فقر ہے۔

⑤ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، ضرب کلیم، (مشمولہ کلیات اقبال)، مکتبۂ جمال کرم، لاہور، (۲۰۱۲ء)، ص: ۸۶۱

⑥ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج: ۳، ص: ۹۳۳

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اکثر حاضر رہتے تھے کیونکہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور ان کی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ بھی تھیں۔ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سینے سے چمٹا کر دعا فرمائی تھی۔ اپ خود بیان فرماتے ہیں:

ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِهِ، وَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ ①

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا: اے اللہ! اسے حکمت کی تعلیم عطا فرما۔

اور ایک روایت میں ہے کہ دعا کے الفاظ یوں تھے:

اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ ②

اے اللہ! اسے کتاب کی تعلیم عطا فرما۔

آپ نے مصاحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو زمانہ پایا، دراصل وہ آپ کے لڑکپن کا زمانہ تھا۔ تاہم آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں اکثر رہتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کی خالہ تھیں اور آپ سے بہت شفقت رکھتی تھیں۔ اس لیے آپ اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور کئی مرتبہ رات کے وقت ان کے گھر پر ہی سو جاتے تھے۔ اس طرح آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے مستفیض ہونے کا بہترین موقع میسر تھا۔ آپ ایسے ہی ایک رات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے بیدار ہوئے تو:

---

① الجامع الصحیح، باب ذکر ابن عباس، ج:۵، ص:۲۷، رقم الحدیث:۳۷۵۶

② الجامع الصحیح، باب ذکر ابن عباس، ج:۵، ص:۲۷، رقم الحدیث:۳۷۵۶

فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوْءًا [1]

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وضو کا پانی رکھ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو سے فراغت کے بعد پوچھا کہ پانی کون لایا تھا۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہوکر یہ دعا دی کہ

اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ [2]

اے اللہ! اسے دین کی فقاہت عطا فرما۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے، پس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے برابر کھڑا کر دیا۔ پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں مشغول ہو گئے تو میں دوبارہ پیچھے ہٹ گیا۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

مَا شَأْنِي أَجْعَلُكَ حِذَائِي فَتَخْنِسُ؟

کیا بات ہے کہ میں تمہیں اپنے برابر کھڑا کرتا تھا اور تم پیچھے ہٹ جاتے تھے؟

میں نے عرض کی:

يَا رَسُولَ اللهِ، أَوَيَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يُصَلِّيَ حِذَاءَكَ، وَأَنْتَ رَسُولُ

---

1. الجامع الصحیح، باب وضع الماء عند الخلاء، ج:۱، ص:۴۱، رقم الحدیث: ۱۴۳
2. البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب وضع الماء عند الخلاء، ج:۱، ص:۴۱، رقم الحدیث: ۱۴۳

اللہ۔

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا کسی کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ آپ کے برابر کھڑا ہو کر نماز ادا کرے جبکہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اس خیال پر اظہارِ پسندیدگی فرمایا اور میرے لئے یوں دعا کی:

فَدَعَا اللهَ لِی أَنْ یَزِیدَنِی عِلْمًا وَفَهْمًا۔ ①

کہ اللہ تعالیٰ میرے علم و فضل اور فہم و فراست میں اضافہ عطا فرمائے۔

آپ رضی اللہ عنہ اس مبارک دعا کے سبب اس امت کے تفسیر اور فقہ میں حَبر (بہت بڑے عالم) قرار پائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حصولِ علم کی حرص ،اس کی طلب میں محنت اور اس کی تعلیم دینے میں صبر کی توفیق عنایت فرمائی تھی۔ لہٰذا اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو وہ بلند درجہ حاصل ہوا کہ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ انہیں اپنی مجالس میں بلاتے اور ان کی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔جس پر مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:

أَلَا تَدْعُو أَبْنَاءَنَا كَمَا تَدْعُو ابْنَ عَبَّاسٍ؟ قَالَ ذَلِكُمْ فَتَى الْكُهُولِ، فَإِنَّ لَهُ لِسَانًا سَئُولًا، وَقَلْبًا عَقُولًا ②

آپ ہمارے بیٹوں کو اس طرح کیوں نہیں بلاتے جیسے کہ ابن عباس

---

① مسند امام احمد بن حنبل، باب مسند عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب، ج:۵،ص:۱۷۸، رقم الحدیث:۳۰۶۰

② معمر بن ابی عمرو راشد، الجامع معمر بن راشد، باب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، المجلس العالمی، پاکستان، ط۔۲، (۱۴۰۳ھ)، ج:۱۱،ص:۲۴۱، رقم الحدیث:۲۰۴۲۸

رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہیں؟ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

یہ نوجوان پختہ عمر والوں جیسی دانائی رکھتا ہے، جس کے پاس (طلب علم کی خاطر) بکثرت سوال کرنے والی زبان اور بہت اچھی طرح سمجھنے والا دل ہے۔

بعدازاں آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو ایک دن بلایا، پھر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھی بلا بھیجا تاکہ سب لوگ اس نوجوان کی ذہانت کا مشاہدہ کر لیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پوچھا کہ تم سب لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق کیا کہتے ہو:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ،، ①

جب اللہ تعالی کی طرف سے نصرت اور فتح آ پہنچے۔

یہاں تک کہ پوری سورت تلاوت فرمائی۔ اس پر بعض نے کہا:

اس میں اللہ تعالی نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب وہ ہمیں فتح نصیب فرمائے تو ہم اس کی حمد بیان کریں اور استغفار کریں اور بعض خاموش رہے۔

اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

کیا تم بھی ایسا ہی کہتے ہو؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نہیں، بلکہ:

هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ اللهُ لَهُ (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ) فَتْحُ مَكَّةَ، فَذَاكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ

---

① النصر، ۱۱۰:۱

(فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا)، قَالَ عُمَرُ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ ①

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصال کی خبر ہے۔ اللہ تعالی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دے رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی نصرت آن پہنچے اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے، تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہونے کی علامت ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاہیے کہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں اور استغفار کریں۔ بے شک وہ تو بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھی اس کی یہی تفسیر جانتا ہوں، جو تم جانتے ہو۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نِعْمَ تُرْجُمَانُ الْقُرْآنِ ابْنُ عَبَّاسٍ، لَوْ أَدْرَكَ أَسْنَانَنَا مَا عَشَرَهُ مِنَّا رَجُلٌ ②

ابن عباس رضی اللہ عنہ کیا ہی خوب ترجمان القرآن ہیں۔ اگر وہ ہماری عمر کو پہنچ جائیں تو ہم میں سے کوئی ان کے ہم پلہ نہ ہو۔

یعنی ان کی کوئی نظیر نہ ہو، حالانکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کے بعد 36 سال حیات رہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان چھتیس سالوں میں کتنا علم حاصل کیا ہوگا۔

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب منزل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج:۵، ص:۱۴۹، رقم الحدیث: ۴۲۹۴

② احمد بن حنبل، الامام، فضائل الصحابة، مؤسسة الرسالة، بیروت، ط۔۱، (۱۴۰۳ھ)، ج:۲، ص:۹۵۷، رقم الحدیث:۱۸۶۳

اسی طرح سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سائل کو جو ان سے ایک آیت سے متعلق سوال کر رہا تھا، فرمایا:

انْطَلِقْ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَاسْأَلْهُ، فَإِنَّهُ أَعْلَمُ مَنْ بَقِيَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ①

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے سوال کرو کیونکہ جو لوگ باقی ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل شدہ وحی کے بارے میں انہیں ہی علم ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے علمی مقام و مرتبہ کے بارے میں امام عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ مَجْلِسًا أَكْرَمَ مِنْ مَجْلِسِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانُوا يَجِيئُونَ أَصْحَابُ الْقُرْآنِ فَيَسْأَلُونَهُ، ثُمَّ يَجِيءُ أَهْلُ الْعِلْمِ فَيَسْأَلُونَهُ، ثُمَّ يَجِيءُ أَصْحَابُ الشِّعْرِ فَيَسْأَلُونَهُ ②

میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس سے بڑھ کر معزز و مکرم مجلس نہیں دیکھی۔ قرآن والے بھی ان کے پاس ہوتے ہیں اور اہل علم بھی ان سے سوال پوچھتے ہیں، یہاں تک کہ شعر والے بھی ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے علم کی وسیع تر وادی سے ہر ایک کی علمی

---

① جلال الدین سیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، دار الفکر، بیروت، ج:۱، ص:۳۸۵

② احمد بن حنبل، فضائل الصحابۃ، باب فضائل عبداللہ بن عباس، ج:۲، ص:۹۷۸، رقم الحدیث: ۱۹۲۹

پیاس بجھاتے ہیں۔

آپ کی مجلس کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے امام ابو وائل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خَطَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ عَلَى الْمَوْسِمِ، فَافْتَتَحَ سُورَةَ النُّورِ، فَجَعَلَ يَقْرَأُ وَيُفَسِّرُ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ مَا رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ كَلَامَ رَجُلٍ مِثْلَهُ، لَوْ سَمِعَتْهُ فَارِسُ وَالرُّومُ لَأَسْلَمَتْ ①

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے موسم حج میں خطبہ ارشاد فرمایا۔② پس آپ رضی اللہ عنہما نے سورۂ نور شروع کی اور آیات پڑھتے جاتے اور تفسیر کرتے جاتے، پس میں بے ساختہ کہہ اٹھا کہ میں نے ان جیسے شخص کو نہ دیکھا، نہ ان جیسے کلام کو سنا۔ اگر انہیں فارس وروم والے سن لیں تو سب اسلام قبول کر لیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سن 35ھ میں حج کے لئے متولی بنا کر بھیجا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ کا والی بنا کر بھیجا۔ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ حجاز واپس آ گئے اور مکہ مکرمہ ہی میں رہنے لگے۔ پھر وہاں سے طائف کی جانب چلے گئے اور وہیں پر آپ رضی اللہ عنہما ستر (70) برس کی عمر پا کر سن 68ھ میں وفات پا گئے۔ محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا:

---

① ابو عبداللہ الحاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط۔ ا، (۱۴۱۱ھ)، ج: ۴، ص: ۶۱۸

② آپ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے موسم حج میں متولی (نگران) بنا کر بھیجا گیا تھا۔

اليوم مات ربانی هٰذِهِ الأمة۔ ①

آج اس امت کے ربانی کا انتقال ہوگیا ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ایک سفید پرندہ آپ کے کفن میں داخل ہوا، جسے بعد میں نکلتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔ ②

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا

وہ شخصیات جنہوں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقتوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضِ صحبت سے وافر حصہ پایا، ان میں سے ایک نام حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا بھی ہے۔ آپ کا نام فاختہ بنتِ ابو طالب ہے مگر مشہور اپنی کنیت اُمِّ ہانی سے ہیں۔ آپ کا تعلق قبیلۂ بنو ہاشم سے ہے اور والدہ کا نام حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت ام ہانی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچازاد بہن اور حضرت سیّدُنا علی رضی اللہ عنہ کی سگی بہن ہیں۔ آپ نے سن آٹھ (۸) ہجری میں فتحِ مکّہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ ③

ظہورِ اسلام سے پہلے ہی آپ کی شادی ہُبَیرہ بن ابو وہب مخزومی کے ساتھ ہوئی تھی۔ ہُبَیرہ اپنے کفر پر اَڑا رہا اور مسلمان نہیں ہوا۔ اس لئے میاں بیوی میں جدائی ہوگئی۔ ④ حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت اور

---

① الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج: ۳، ص: ۹۳۴

② الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج: ۳، ص: ۹۳۹

③ یوسف بن عبداللہ القرطبی، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج: ۴، ص: ۱۸۸۹

④ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج: ۸، ص: ۴۸۵

عقیدت رکھتی تھیں۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے، شربت نوش فرمایا اور اس کے بعد آپ کو دے دیا۔ آپ اس وقت روزے سے تھیں مگر واپس کرنا پسند نہ کیا اور پی لیا۔ پینے کے بعد عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں روزے سے ہوں مگر میں نے آپ کا چھوڑا ہوا شربت پی لیا ہے"۔

آقائے نامدار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر روزہ رمضان کی قضا کا ہے تو کسی دوسرے دن رکھ لینا اور اگر محض نفل ہے تو تمہیں اس کی قضا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے"۔ [1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کا بہت لحاظ اور خیال رکھا کرتے تھے۔ ایک بار فتح مکہ کے موقع پر حارث بن ہشام مخزومی اور زہیر بن امیہ مخزومی نے حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر پناہ حاصل کی۔ یہ دونوں حضرات واجب القتل تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی کہ یہ دونوں حضرات اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر پناہ گزیں ہیں تو فوراً وہاں پہنچے اور ان دونوں کو قتل کرنا چاہا۔ حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی سے کہا:

"انہوں نے میرے ہاں پناہ لی ہے، اس لئے میں ان کو ہرگز قتل نہیں ہونے دوں گی"۔

بعد ازاں آپ ان دونوں کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

---

[1] احمد بن حنبل، الامام، المسند، ج: ۴۴، ص: ۸۷ ۴، رقم الحدیث: ۲۶۹۱۰

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میں نے ان دونوں کو پناہ دی ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس کو تم نے پناہ یا امان دی، اس کو ہم نے بھی امان دی''۔ ①

واقعہ معراج کے موقع پر جب حضرت جبریل علیہ السلام، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لینے آئے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر محوِ استراحت تھے۔ جب معراج کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کو سنایا تو انہوں نے بڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر تھام لی اور عرض کیا:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات قریش کے سامنے نہ کریں کیونکہ وہ آپ کی تکذیب کریں گے''۔

مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر چھڑائی اور باہر چلے گئے۔ حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا نے فوراً اپنی کنیز سے کہا:

''تیرا بھلا ہو! آقائے نامدار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جا اور غور سے سن کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے کیا فرما رہے ہیں؟'' ②

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کے علاوہ ہمارے سامنے کسی نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاشت کے وقت نماز پڑھتے

---

① احمد بن حنبل، الامام، المسند، ج: ۴۴، ص: ۴۶۷، رقم الحدیث: ۲۶۹۰۷

② السہیلی، عبدالرحمن بن عبداللہ، ابوالقاسم، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ، ج: ۳، ص: ۲۶۷، ۲۶۸

دیکھا ہو۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے، غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز ادا کی۔

حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح جلدی نماز پڑھتے نہیں دیکھا، البتہ آپ رکوع، سجود باقاعدہ ادا فرماتے تھے۔ ①

ایک بار حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں بوڑھی اور کمزور ہوگئی ہوں لہٰذا مجھے کوئی ایسا عمل ارشاد فرمادیجئے جسے میں بیٹھ کر کرتی رہوں، چنانچہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو مختلف وظائف عنایت فرمادیئے۔ ②

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھیالیس (۴۶) احادیث روایت کی ہیں جو کہ صحاح ستّہ اور دیگر کتب میں مذکور ہیں۔ ③ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تفسیر قرآن بھی دریافت کیا کرتی تھیں۔ ④

کتب سِیَر میں آپ کی وفات کا سن تو مذکور نہیں ہے، البتہ روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الضحیٰ، ج:۲،ص:۵۸، رقم الحدیث:۱۱۷۶

② احمد بن حنبل، الامام، المسند، ج:۴۴،ص:۴۷۹، رقم الحدیث:۲۶۹۱۱

③ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۸،ص:۴۸۶

④ احمد بن حنبل، الامام، المسند، ج:۴۴،ص:۴۵۶، رقم الحدیث:۲۶۸۸۸

معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ ①

حضرت جمانہ بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا

آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ آپ کی شادی ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب سے ہوئی اور آپ کے بطن سے جعفر بن ابو سفیان تولد ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جمانہ کو خیبر کے روز تیس وسق عطا کیے۔ ②

① ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۸، ص:۴۸۶

② الطبقات الکبریٰ، ج:۸، ص:۳۹

باب ششم

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور نواسیاں

باب ششم

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور نواسیاں

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ۱۵ رمضان المبارک ۳ ہجری کی شب کو مدینہ منورہ میں سورۂ کوثر کی پہلی تفسیر بن کر صحنِ علی المرتضیٰ و خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا میں تشریف لائے۔ ① رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے امام حسن رضی اللہ عنہ کی آمد بہت بڑی خوشی کا باعث تھی کیونکہ جب مکہ مکرمہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے یکے بعد دیگرے رحلت فرماتے رہے تو مشرکین طعنے دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا صدمہ پہنچتا۔ مشرکین کو جواب دینے کے لیے قرآن مجید میں سورۃ الکوثر نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشخبری دی گئی کہ خدا نے آپ کو (اولاد کی) کثرت عطا فرمائی ہے اور مقطوع النسل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہوں گے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہوگا۔ ②

---

① الطبقات الکبریٰ، ج: ۴، ص: ۳۶

② الکوثر، ۳:۱۰۸

جب امام حسن رضی اللہ عنہ، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوزائیدہ بچے کو آغوش میں لے کر پیار کیا اور داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمانے کے بعد اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی، امام حسن رضی اللہ عنہ اسے چوسنے لگے۔ ولادت کے ساتویں دن سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے عقیقہ فرمایا اور بالوں کو منڈوا کر اس کے ہم وزن چاندی صدقہ کی۔ ①

حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ جب امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:

آپ نے میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟

جناب علی المرتضی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے اپنے بیٹے کا نام حرب رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اس کا نام حسن ہے۔

اسی طرح جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، آپ نے پھر وہی دریافت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے عرض کیا، حرب۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نہیں، بلکہ اس کا نام حسین ہے۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں نے اپنے بچوں کے نام حضرت ہارون کے بیٹوں کے ناموں پر رکھے

---

① ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج:۲، ص:۱۳

ہیں ہیں یعنی شبر وشبیر۔ ①

خیال رہے کہ مبارک نام شبر اور شبیر کا عربی زبان میں ترجمہ حسن اور حسین بنتا ہے۔

جناب مفضّل سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے دونوں شاہزادوں کا نام انظار عالم سے پوشیدہ رکھا تھا یعنی ان سے پہلے حسن و حسین نام سے کوئی موسوم نہ ہوا تھا۔ ②

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الوصال کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائیں اور عرض کی:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أمّا حسن فإنّ له هيبتي وسؤددي، وأمّا حسين فإنّ له جودي وجرأتي۔ ③

حسن میری ہیبت اور سرداری کا وارث ہے اور حسین میری جرات اور سخاوت کا وارث ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ امام حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشابہت رکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ ④

---

① احمد بن حنبل، الامام، المسند، ج:۲، ص:۱۵۹، رقم الحدیث:۷۶۹

② ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج:۲، ص:۱۳

③ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج:۸، ص:۱۵۸

④ ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج:۲، ص:۱۳

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے مبارک کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے:

اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما۔ ①

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ ایک آدمی نے کہا:

اے لڑکے! کیا خوب سواری پر سوار ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سوار بھی تو بہت خوب ہے۔ ②

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے سات سال اور کچھ مہینے تک اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش محبت میں پرورش پائی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ اپنے والد ماجد کے زیر تربیت آ گئے۔ فرزند رسول امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت اسلامیہ پر متمکن ہوئے اور تقریباً چھ ماہ تک آپ نے امور مملکت کا نظم ونسق سنبھالا۔ آپ کا عہد بھی خلفائے راشدین کے عہد میں شمار کیا جاتا ہے۔

جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا، اس وقت امام حسن رضی اللہ عنہ کی عمر ۳۷ سال تھی۔ حضرت علی کی تکفین و تدفین کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تحریک سے قیس بن سعد بن عبادہ انصاری نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کرلی، جن کی

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج:۵، ص:۲۶، رقم الحدیث: ۳۷۴۹

② الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، ج:۶، ص:۱۲۹، رقم الحدیث: ۳۷۸۴

تعداد چالیس ہزار تھی۔ ①

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مستقبل کے حالات کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے اسی وقت لوگوں کے سامنے صاف صاف یہ شرط رکھ دی کہ اگر میں صلح کروں تو تم کو صلح کرنا ہوگی اور اگر میں جنگ کروں تو تمھیں میرے ساتھ مل کر جنگ کرنا ہوگی۔ سب نے اس شرط کو قبول کرلیا۔ آپ نے انتظامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیا لیکن جب آپ نے دیکھا کہ اسلامی معاشرہ انتشار کا شکار ہے، تب آپ نے تختِ حکومت کو خیر باد کہہ دیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے دین خدا کی سربلندی، فتنہ وفساد کا سر کچلنے، کتاب خدا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کیلئے اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلح حدیبیہ کی سنت میں خلافت سے دستبردار ہوکر ایسی صلح کی، جو اسلام کی تاریخ کا ناقابل فراموش اور بے مثال باب ہے۔ آپ کے اس عمل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ پیشین گوئی بھی پوری ہوئی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی کہ:

میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اس کی بدولت دو عظیم مسلمان گروہوں کے درمیان صلح ہوگی۔ ②

امام حسن رضی اللہ عنہ اگرچہ صلح کے بعد مدینہ منورہ میں گوشہ نشین ہوگئے تھے، لیکن حق کے مرکز اور تعلیمات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرچشمہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا قائم رہنا دشمنانِ دین کو کب گوارا تھا، اسی لئے انہوں نے نواسۂ رسول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر کے ذریعے شہید کروادیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نواسے امام حسن رضی اللہ عنہ نے باختلاف روایات ۲۸ صفر ۵۰ھ، ۳۹ھ یا ۵۱ھ کو جام شہادت

---

① ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج:۲، ص:۱۳

② البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج:۵، ص:۲۶، رقم الحدیث:۳۷۴۶

نوش کیا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ ①

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا امام عالی مقام حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت

آں یکے شمعِ شبستانِ حرم
حافظ جمعیت خیر الامم
تا نشیند آتشِ پیکار و کیں
پشتِ پا زد بر سرِ تاج و نگیں ②

امام حسن رضی اللہ عنہ حرم پاک کے شبستان کی روشن شمع ہیں۔ آپ امت کے اتحاد کے وہ محافظ ہیں، جنہوں نے فتنہ وفساد کی آگ کو بجھانے اور مسلمانوں کو خون ریزی سے بچانے کے لئے تاج وتختِ حکومت کو ٹھکرا دیا۔

واسطہ دوں گا اگر لختِ دل زہرا کا میں
غم میں کیونکر چھوڑ دیں گے شافعِ محشر مجھے ③

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارک ۵ شعبان ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان دی اور آپ کے لیے دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتویں دن اپنے نواسے کا نام حسین رضی اللہ عنہ رکھا،

---

① ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج: ۲، ص: ۱۳

② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۵۲

③ باقیات اقبال، ص: ۸۴

عقیقہ کیا اور سر کے بال منڈوا کر ان کے برابر چاندی صدقہ کی۔ [1] حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت پر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم خداوندی کے مطابق آپ کا اسم گرامی حسین رکھا، جیسا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن شداد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء ادا کرنے کیلئے باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی امامت فرمانے کیلئے آگے بڑھے اور ان کو زمین پر بٹھا دیا۔ پھر نماز کے واسطے تکبیر فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے درمیان ایک سجدہ میں تاخیر فرمائی تو میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ صاحب زادے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر ہیں اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت سجدہ میں ہیں۔ پھر میں سجدہ میں چلا گیا، جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے نماز کے دوران ایک سجدہ ادا فرمانے میں تاخیر کیوں فرمائی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایسی کوئی بات نہ تھی، میرے نواسے مجھ پر سوار ہوئے تو مجھ کو (برا) محسوس ہوا کہ میں جلدی اٹھ کھڑا ہوں اور اس کی مراد (کھیلنے کی خواہش) مکمل نہ ہو۔ [2]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات کسی کام سے

---

① ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج:۲، ص:۲۴

② النسائی، احمد بن شعیب، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، ط۔ ۲، (۱۴۰۶)، ج:۲، ص:۲۲۹، رقم الحدیث:۱۱۴۱

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر میں کوئی چیز چھپائی ہوئی تھی اور مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ چیز کیا ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو عرض گزار ہوا:

میرے آقا! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس چیز پر چادر لپیٹی ہوئی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں رانوں پر حسن اور حسین رضی اللہ عنہما موجود ہیں۔

بعدازاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، پس تو بھی اِن سے محبت رکھ اور ان سے بھی محبت رکھ، جو ان دونوں سے محبت رکھیں۔ ①

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اپنے اہل بیت سے آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے:

میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کو سونگھا کرتے تھے اور انہیں اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے تھے۔ ②

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

---

① الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، ج:۶، ص:۱۱۸، رقم الحدیث:۳۷۶۹

② الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، ج:۶، ص:۱۲۱، رقم الحدیث:۳۷۷۲

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ [1]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب یزید تخت خلافت پر قابض ہوا، تو اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی بیعت کے لئے مجبور کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا، جس کے نتیجہ میں واقعۂ کربلا کا سانحہ رونما ہوا۔ اس سانحہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے رفقاء باری باری لڑتے ہوئے شہید ہوتے گئے اور آخر کار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی محرم الحرام ۶۱ ہجری یوم عاشور کو شہید کر دیا گیا۔ شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ۵۸ سال تھی۔ [2]

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت

آں امام عاشقاں پور بتول
سروِ آزادے ز بستان رسول [3]

وہ عاشقوں کے امام، فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فرزند اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغ کے سروِ آزاد ہیں۔

اللہ اللہ بائے بِسم اللہ پدر
معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر [4]

---

① الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، ج:۶،ص:۱۱۹، رقم الحدیث:۳۷۷۰

② ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، ج:۲،ص:۲۴

③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۰

④ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۰

سبحان اللہ، کیا کہنے، باپ (حضرت علی) بسم اللہ کی با (یعنی حرف ب) ہیں تو بیٹا ذبح عظیم کی شرح ہے۔

بہرِ آں شہزادۂ خیر الملل
دوشِ ختم المرسلین نعم الجمل ①

بہترین امت (امت مسلمہ) کے اس شہزادے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوش مبارک سواری تھی اور کیا اچھی سواری تھی۔

سرخ رو عشقِ غیوّر از خونِ او
شوخیٔ ایں مصرع از مضمونِ او ②

امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کی رنگینی سے عشقِ غیور کامیاب ہوا، انہی کے مضمون سے اس مصرع میں شوخی پیدا ہوئی ہے۔

در میانِ امّت آن کیواں جناب
ہمچو حرفِ قل ھو اللہ در کتاب ③

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے قرآن مجید میں سورۂ اخلاص کی ہے۔

موسیٰ وفرعون و شبیر ویزید
ایں دو قوت از حیات آمد پدید ④

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون، شبیر رضی اللہ عنہ اور یزید؛ یہ زندگی کی دو متضاد قوتیں

---

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۱۰

② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۱۰

③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۱۰

④ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص: ۱۱۰

روزِ اول سے ہی چلی آ رہی ہیں۔

زندہ حق از قوتِ شبیری است
باطل آخر داغِ حسرت میری است ①

حق، شبیر رضی اللہ عنہ کی طاقت ہی سے زندہ ہے اور باطل کا انجام حسرت و ناکامی کے سوا کچھ نہیں۔

چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت ②

جب خلافت کا تعلق قرآن سے منقطع ہو گیا اور مسلمانوں کے نظام میں حریتِ فکر و نظر باقی نہ رہی۔

خاست آں سرجلوۂ خیر الامم
چوں سحاب قبلہ باراں در قدم ③

اس وقت خیر الامم کے سرتاج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس طرح اٹھے جیسے جانبِ قبلہ سے گھنگھور گھٹا اٹھتی ہے۔

برزمین کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت ④

وہ کربلا کی زمین پر برسا اور چلا گیا۔ ویرانی میں لالہ کے پھول اُگائے اور چلا گیا۔

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموزِ بے خودی، ص:۱۱۰
② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموزِ بے خودی، ص:۱۱۰
③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموزِ بے خودی، ص:۱۱۰
④ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموزِ بے خودی، ص:۱۱۰

تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد[1]

امام حسین رضی اللہ عنہ نے قیامت تک کیلئے جبر و استبداد کی جڑیں کاٹ دیں۔ آپ کی موجِ خوں نے ایک تازہ چمن ایجاد کیا۔

بہرِ حق در خاک و خوں غلتیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است[2]

آپ رضی اللہ عنہ، حق کی خاطر خاک وخون میں تڑپے اور لا الہ کی بنیاد بن گئے۔

مدعایش سلطنت بودے اگر
خود نکردے با چنیں ساماں سفر[3]

اُن کا مقصد اگر سلطنت ہوتی تو آپ اس قدر بے سر و سامانی کے ساتھ نہ جاتے۔

دشمناں چوں ریگ صحرا لا تُعد
دوستانِ او بہ یزداں ہم عدد[4]

اُن کے دشمنوں کی تعداد صحرا کے ذروں کی مانند ان گنت تھی جب کہ دوستوں کی تعداد یزداں (اللہ کا ایک نام) کے عدد کے برابر بہتّر (۷۲) تھی۔

سرّ ابراہیم و اسماعیل بود
یعنی آن اجمال را تفصیل بود[5]

---

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۰

② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۰

③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۰

④ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۱

⑤ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۱

آپ رضی اللہ عنہ، حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کے راز تھے، یعنی اس مختصر واقعہ (ذبح عظیم) کی تفصیل تھے۔

عزم او چوں کوہساراں استوار
پائیدار و تند سیر و کامگار[1]

ان کا عزم جواں پہاڑوں کی طرح مضبوط وسر بلند تھا، مستحکم، پائیدار اور آمادۂ عمل۔

تیغ بہر عزت دین است و بس
مقصد او حفظ آئین است و بس[2]

انہوں نے بتایا کہ تلوار فقط دین کی عزت وآبرو کے لئے ہے۔ اس کا مقصد آئین اسلام کی حفاظت ہے۔

ما سوی اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیش فرعونے سرش افکندہ نیست[3]

انہوں نے ہی دنیا کو بتایا کہ مسلمان اللہ کے سوا کسی کی غلامی قبول نہیں کرتا اوراس کا سر کسی فرعون کے سامنے نہیں جھکتا۔

خون او تفسیر ایں اسرار کرد
ملت خوابیدہ را بیدار کرد[4]

ان کے لہو نے یہ راز آشکارا کر دیا اور سوئی ہوئی ملت کو بیدار کر دیا۔

---

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۱

② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۱

③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۱

④ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۱

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوان نجات ما نوشت

آپ رضی اللہ عنہ نے صحرا کی ریت پر الا اللہ کا نقش لکھا اور دراصل ہماری نجات کے عنوان کی سطر تحریر کر دی۔

تیغ لا چوں ازمیاں بیروں کشید
از رگ ارباب باطل خوں کشید ①

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب نفیٔ ماسوا کی تلوار کو بے نیام کیا تو باطل کے خداؤں کی رگوں سے خون جاری ہو گیا۔

رمز قرآن از حسین آموختیم
ز آتشِ او شعلہ ہا اندوختیم ②

قرآں کے اسرار و رموز ہم نے حسین رضی اللہ عنہ سے سیکھے۔ آپ ہی کی آگ سے ہم نے حرارتِ ایمانی کے شعلے چُنے۔

شوکت شام و فر بغداد رفت
سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت ③

شام و بغداد کی شوکتیں چلی گئیں۔ غرناطہ کی دھوم دھام بھی ہماری یاد سے محو ہو گئی۔

تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیر او ایمان ہنوز ④

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۱

② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۱

③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۱

④ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، ص:۱۱۱

ہمارے سازِ حیات میں پوشیدہ نغمے اسی مضراب کی بدولت گونج رہے ہیں۔آپ کی تکبیر کی گونج ہمارے ایمان کولمحہ بہ لمحہ تازہ کررہی ہے۔

اے صبا اے پیک دور افتادگان

اشک ما بر خاکِ پاکِ او رساں ①

اے بادِ صبا، اے دُور کی بستیوں کے مکینوں کی نامہ بر! تو ہمارے آنسو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ خاک تک پہنچادے۔

تیر و سنان و خنجر و شمشیرم آرزوست

با من میَا کہ مسلکِ شبّیرم آرزوست ②

مجھے تیر وسنان اور خنجر وشمشیر کی آرزو ہے، (اے آسائش پسند!) میرے ساتھ مت آ کہ مجھے مسلکِ شبیر کی آرزو ہے۔

ریگِ عراق منتظر ، کشتِ حجاز تشنہ کام

خونِ حسین باز دہ کوفہ و شام خویش را ③

عراق کی ریت انتظار کررہی ہےاورحجاز (مکہ اور مدینہ) کے کھیت پیاسے ہیں۔کوفہ وشام کو پھر سے خونِ حسین کی ضرورت ہے۔یعنی حق کی آواز بلند کرنے والے کی ضرورت ہے۔

---

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموزِ بےخودی، ص:۱۱۱

② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموزِ بےخودی، ص:۱۵۶

③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، زبورِ عجم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ط۔۲، (۱۹۷۵ء)، ص:۱۱

گرچہ ہر مرگ است بر مؤمن شکر
مرگ پور مرتضی چیزی دگر ①

اگرچہ ہر قسم کی موت مومن کے لئے شکر سے زیادہ شیریں ہے لیکن حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فرزند کی موت کچھ اور ہی چیز ہے۔

قلندر میل تقریرے ندارد
بجز ایں نکتہ اکسیرے ندارد ②

قلندر طویل تقریروں کا میلان نہیں رکھتا، اسے ایک ہی نکتہ معلوم ہے جو اکسیر کا کام کرتا ہے۔

ازاں کشت خرابے حاصلے نیست
کہ آب از خونِ شبیرے ندارد ③

وہ نکتہ یہ ہے کہ ایسی ویران کھیتی سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا جس کی آبیاری خونِ حسین رضی اللہ عنہ سے نہ کی گئی ہو۔

قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات ④

---

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، جاوید نامہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ط۔ ۲، (۱۹۷۵ء)، ص: ۱۸۵

② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، ارمغان حجاز، ص: ۱۴۶

③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، ارمغان حجاز، ص: ۱۴۶

④ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل (مشمولہ کلیات اقبال)، مکتبۂ جمال، لاہور، (۲۰۱۲ء)، ص: ۴۲۵

صدق خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق ①

اک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے میری
میراثِ مسلمانی سرمایۂ شبیری ②

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری ③

حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں۔آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا اور آپ کے والدِ گرامی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔آپ کی ولادت و وصال کی تواریخ میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض مؤرخین آپ کو واقعہ کربلا میں حاضر خواتین میں شمار کرتے ہیں۔آپ سے منسوب خطبات اور گفتگو بعض مصادر میں نقل ہوئی ہے۔جبکہ بعض مؤرخین کے نزدیک آپ کی ہم نام خاتون کربلا میں شامل ہوئی تھیں جو سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔اسی طرح آپ کس کی منکوحہ تھیں؟ اس حوالے سے بھی مختلف آراء ہیں۔اگر اللہ نے توفیق دی تو ہم اس پر تفصیل سے لکھیں گے۔ان شاء اللہ

---

① علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل، ص: ۴۲۵

② علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل، ص: ۳۰۸

③ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، ارمغان حجاز (مشمولہ کلیات اقبال)، مکتبۂ جمال، لاہور، (۲۰۱۲ء)، ص: ۱۱۲۳

حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہما

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں۔آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا اور آپ کے والدِ گرامی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

کتب سیر میں آپ کے 61 القابات مذکور ہیں۔ان میں سے چند یہ ہیں:

ثانئ زہرا، عالمہ غیر معلمہ، نائبۃ الزھراء، عقیلہ بنی ہاشم، نائبۃ الحسین، صدیقہ صغری، محدثہ، زاہدہ، فاضلہ، شریکۃ الحسین، راضیہ بالقدر والقضاء۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک تک تقریباً سات سال آپ کے زیرِ سایہ تربیت پائی۔آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا۔آپ کی اولادامجاد میں عون، محمد، عبد اللہ، عباس اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم ہیں۔عون اور محمد رضی اللہ عنہما کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہما کے ہمراہ شہید ہوئے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سفر کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں۔خاص طور پر واقعہ کربلا کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔واقعہ کربلا کے بعد آپ دمشق لے جائی گئیں۔دربارِ یزید میں آپ کا خطبہ بہت معروف ہے۔آپ نے اپنے خطبہ میں یزیدی لشکر کے مظالم کو بیان کیا اور لوگوں کو حقیقت سے آگاہ کیا۔آپ کے خطبہ نے یزیدیت کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا۔یہ خطبہ بنو امیہ کی حکومت کے خاتمے کی ابتدا ثابت ہوا۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

حدیث عشق دو باب است کربلا و دمشق
یکے حسین رقم کرد ودیگرے زینب

عشق کی گفتگو کے دو ابواب ہیں۔ایک کربلا اور ایک دمشق میں لکھا گیا۔ ایک کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے رقم کیا اور دوسرے کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے لکھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہفتہ 15 رجب 62ھ کو دمشق میں ہوا۔وہیں آپ کی تدفین کی گئی۔بوقتِ وفات آپ کی عمرِ مبارک قمری اعتبار سے 57 سال 2 ماہ 10 دن تھی۔آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تمام اولاد حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ان میں ایک صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی شامل ہیں۔صاحبزادے کا نام حضرت علی رضی اللہ عنہ تھا جبکہ صاحبزادی کا نام حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگرانی میں پرورش پاتے رہے۔جب مکہ فتح ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔① آپ یرموک کے معرکہ میں شہید ہوئے، جبکہ بعض اہل سیر کے نزدیک آپ قریب البلوغ ہو کر فوت ہوئے۔②

حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہ

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں۔آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا اور آپ کے والدِ گرامی سیدنا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے۔

---

① شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۳۲۱

② شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج:۴، ص:۳۲۱

حضرت ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدۂ ماجدہ ہالہ بنت خویلد سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سگی بہن تھیں۔ اس اعتبار سے سیدہ زینب اور سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہما خالہ زاد تھے۔

حضرت امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی محبت فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے دوش مبارک پر اٹھایا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی حالت میں ہی نماز ادا فرمائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں جاتے تو انہیں اتار دیتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے تھے۔ ①

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیش قیمت ہار بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تشریف فرما تھیں اور حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا صحن میں کھیل رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَأَدْفَعَنَّهَا إِلَى أَحَبِّ أَهْلِي إِلَيَّ۔

"یہ ہار میں اس کو دوں گا، جو میرے اہل بیت میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ قیمتی ہار خود اپنے دست مبارک سے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں پہنا دیا۔ ②

---

① البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ فی الصلوٰۃ، ج:۱، ص:۱۰۹، رقم الحدیث:۵۱۶

② احمد بن حنبل، الامام، المسند، مسند الصدیقۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج:۴۱، ص:۲۳۲

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر میرے بعد شادی کریں تو میری بڑی بہن کی بیٹی امامہ کے ساتھ کریں۔ وہ میری اولاد کے حق میں میری قائم مقام ہوں گی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وصیت کے مطابق ۱۲ھ میں حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اپنی نگرانی میں ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کردی۔ [1]

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ج:۴،ص:۳۲۲

خلاصۂ بحث

دورِ حاضر کا المیہ یہ ہے کہ ہم عملاً جزوی اسلام کے قائل ہو چکے ہیں۔ مقدس شخصیات کو ہم نے باہمی طور پر تقسیم کر رکھا ہے۔ ایک طبقہ کی تحریر و تقریر کا موضوع فقط توحید ہے جبکہ دوسرا طبقہ توحید سے قطع نظر صرف رسالت کی بات کرتا ہے۔ تیسرا اگروہ عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا پرچارک ہے تو چوتھا شانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کا داعی و مبلغ۔ ہمارا یہ رویہ فرقہ بندی کے فروغ کا سبب بن رہا ہے، نہ جانے ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ تمام نفوسِ قدسیہ کو دل و جان سے تسلیم کئے بغیر ہم مکمل مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اگر ہم تمام مقدسات کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں تو فرقہ بندی کی لعنت سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔ اقبال ہمیں جھنجھوڑتے ہوئے کہتے ہیں:

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی ، اللہ بھی ،قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہم میں سے ایک بڑی تعداد عبادات کی بجا آوری میں مشغول رہتی ہے جبکہ معاملات کو یکسر طور پر پسِ پشت ڈال چکی ہے۔ ہمارا یہ طرزِ عمل معاشرے میں بدامنی، بے چینی اور افراتفری کا باعث ہے۔ ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اسلام، عقائد و عبادات اور معاملات کا حسین امتزاج ہے۔ اگر ہم ان تینوں جہات کو مدِنظر رکھیں گے تو معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے؛ بقول شاعر

مجھ کو امید ہے کہ یہ دنیا
ایک دن امن کا نگر ہو گی
غم کی شب جس قدر بھی لمبی ہو
حوصلہ شرط ہے سحر ہو گی

سفارشات وتجاویز

۱۔ فرقہ پرستی نے ایک عرصے سے اہل اسلام کو انتشار اور افتراق میں مبتلا کر رکھا ہے لیکن عصر حاضر کی فرقہ واریت انتہائی تشویشناک ہے، جس نے ہر فرقے کے اندر تقسیم در تقسیم کے نقوش کو گہرا کر دیا ہے۔ یوں ایک فرقہ چھوٹے چھوٹے مسائل پر مزید کئی گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہو چکا ہے ۔جس کا سدّ باب بے حد ضروری ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ یہ مکروہ عمل مقدس ہستیوں کے نام پر کیا جا رہا ہے۔ بظاہر نام اہل بیت اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ناموس کے تحفظ کا لیا جاتا ہے لیکن بباطن بچی کھچی وحدت کی روح چھلنی کی جا رہی ہے ۔ جید اور مؤثر علماء کو فوری طور پر اس کا حل نکالنا ہوگا، کتاب وسنت اور سلف صالحین کی وقیع علمی آراء کو بنیاد بنا کر مختلف فیہ امور میں حتی الوسع مطابقت اور توافق پیدا کرنے کی سبیل نکالنا ہوگی۔

۲۔ خانوادۂ نبوت کا ایک ایک مقدس فرد محاسن وکمالات کا پیکر ہے۔ یہ تو ممکن ہے بوجوہ کسی کا قلبی میلان کسی ایک شخصیت کی طرف زیادہ ہو لیکن یہ رویہ

مناسب نہیں ہے کہ باقیوں کا تذکرہ اور ان کے مناقب کا بیان ہی چھوڑ دیا جائے۔ ان کی ولادت اور وصال کے ایام میں ہونٹ سی لئے جائیں اور سارا جوش و خروش ان ہستیوں کے دن منانے پر دکھایا جائے، جن کی طرف آپ کا میلانِ قلبی ہو۔ اس حوالے سے اہل بیت اطہار علیہم السلام کی زیادہ تر ہستیوں کے بارے میں ہمارے رویے بوجوہ سرد ہیں۔ مثلاً امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب روز روشن کی طرح عیاں ہیں لیکن ان کے یوم وصال کے مواقع پر شاید ہی کسی مذہبی تقریب کا اہتمام ہوتا ہو، بلکہ اکثریت کو یہ ایام یاد بھی نہیں ہوں گے۔ اہل بیت اطہار علیہم السلام کی گرانقدر شخصیات کو یوں تقسیم کر دینا ہرگز مناسب نہیں جبکہ ان کے مابین کسی بھی ادنیٰ سی تقسیم کا شائبہ دور دور تک دکھائی نہیں دیتا۔ ہمیں خاندان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند افراد کو ماننے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام قرابت داروں کا دل و جان سے احترام ملحوظ رکھنا چاہیے۔

۳۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانگی معاملات اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوشگوار تعلقات کے حوالے سے مستند علمی ذخیرہ عوام الناس تک پہنچایا جائے تاکہ وہ اس کی رہنمائی میں اپنی خاندانی الجھنوں اور پیچیدگیوں کا مؤثر حل تلاش کر سکیں۔

۴۔ اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین باہمی محبت واحترام کا تعلق تھا۔ قرآن وسنت کی کثیر نصوص اس پر گواہ ہیں۔ رہا معاملہ ان تاریخی روایات کا جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ ان حضرات کے آپس کے تعلقات کشیدہ تھے اور یہ ایک دوسرے سے بغض وعناد رکھتے تھے، ہرگز

ہر گز قابل اعتبار و اعتماد نہیں ہیں۔ ہمیں قرآن و سنت کو تاریخ پر پیش کرنے کی بجائے تاریخ کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہئے تاکہ وحدتِ امت کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے۔ علاوہ ازیں صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی باہمی رشتہ داریوں اور تعلقات پر مشتمل مستند معلومات کو نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ نسل نو اس سے روشناس ہو سکے۔

۵۔ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بعض لوگ اپنے مذموم مقاصد کیلئے بہت اچھالتے ہیں لیکن اہلِ علم نے گہرے تدبر اور غور و فکر کے بعد سکوت کا جو راستہ تجویز کیا ہے، وہ اصوب، احوط اور احسن ہے۔ دیرینہ واقعات سے انتشار کشید کرنے کی بجائے سکوت کے راستے پر چلنا چاہیے اور ان ہستیوں کے معاملات اللہ پر چھوڑ دینے چاہئیں کیونکہ ہم سے قبر و حشر کے بارے میں ان کی بابت نہیں پوچھا جائے گا۔ ہمیں قرآن کی دی ہوئی راہنمائی میں ان سب کیلئے دعا گو رہنا چاہیے کیونکہ وہ ایمان لانے میں ہم پر سبقت لے گئے۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے نفرت آمیز تحریر و تقریر پر پابندی عائد کی جائے۔

٦۔ اگرچہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی توہین پر مجموعہ تعزیرات پاکستان میں تعزیری سزا موجود ہے لیکن ایسی قبیح وارداتوں پر مقدمات کے اندراج کی دشواری کا سامنا رہتا ہے۔ اگر مقدمہ درج ہو جائے تو ملزم کو سزا نہیں ملتی اور رہائی مل جاتی ہے، جس پر وہ ان مقدس ہستیوں کی توہین پر مزید جری ہو جاتا ہے۔ یہ معاملات حکومتی سطح پر بے حد توجہ طلب ہیں۔

۷۔ بہت سا فساد متنازعہ اور گستاخانہ کتب کی اشاعت نے پھیلا رکھا ہے۔ حکومتی سطح پر اس کے سد باب کا کوئی مناسب انتظام موجود نہیں ہے۔ متحدہ علماء بورڈ خود صوبائی سطح کا کمزور سا ادارہ ہے جس کی آئینی حیثیت نہیں ہے ۔ چنانچہ یہ کسی بھی گستاخانہ تحریری مواد کے بارے میں فیصلہ کرنے کی حیثیت میں نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی مؤثر ادارہ گستاخانہ کتب اور تحاریر کی اشاعت پر مقدمہ درج کرانے کا اختیار رکھتا ہو، جو اپنی مدعیت میں مقدمہ درج کرائے اور ایسی متنازعہ کتب کا چناؤ کر کے کم از کم انہیں کالعدم قرار دے اور ان کی مکرر اشاعت پر پابندی لگوائے۔

۸۔ جاہل واعظین، نقیبانِ محافل اور بے عمل نعت خوانوں نے بھی بہت فساد برپا کر رکھا ہے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ حکومت پالیسی بنائے کہ محراب و منبر تک دسترس کی اہلیت کیا ہے؟ مطلوبہ اہلیت نہ رکھنے والے کو محراب و منبر اور محافل کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیا جائے۔ خطابت کو ایک ذمہ داری کی حیثیت دی جائے نہ کہ حق کی۔ اس حوالہ سے صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادب واحترام کو یقینی بنایا جائے اور ان کی بے ادبی کے مرتکبین کو قانون کے مطابق مؤثر اور قرار واقعی سزائیں دی جائیں۔

۹۔ ہمارے ہاں سوشل میڈیا بالکل شترِ بے مہار کی طرح ہے۔ نہ کوئی ضابطۂ اخلاق اور نہ کوئی اصول۔ یہی وجہ ہے کہ توہین صحابہ کی سب سے بڑھ کر وارداتیں اسی میڈیا پر ہو رہی ہیں۔ اس پر قانونی کارروائی کا طریقہ کار بھی پیچیدہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مؤثر حکومتی پالیسی تشکیل دی جائے اور اس پر مؤثر عملدرآمد کیا جائے۔

۱۰۔ اختلاف رائے فطری امر ہے لیکن اس کی بنا پر لڑائی جھگڑے اور تعصب سے اجتناب اور باہمی احترام کو یقینی بنایا جائے۔ رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام مسالک کی آراء اور ان کے مقدسات کا احترام ملحوظ رکھا جائے، نیز کسی بھی مکتب فکر کے اکابرین پر طعن و تشنیع سے گریز کیا جائے۔

۱۱۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ مقدس شخصیات کے حوالہ سے حالیہ افراط و تفریط کا اصل سبب یہ ہے کہ تعاملِ امت کے برعکس پہلے مقدس شخصیات کے مابین تقابل کیا جاتا ہے، پھر معاملہ تفضیل تک جا پہنچتا ہے جو مدِ مقابل شخصیت کی اہانت و تنقیص پر منتج ہوتا ہے۔ بے ادبی کا یہ شعلہ بالآخر ایمان کی سرسبز و شاداب کھیتی کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب نفوس قدسیہ کے مابین تقابل سے احتراز کیا جائے۔

مصادر و مراجع

عربی کتب

- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، (۱۴۲۲ھ)
- البخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، ط۔۳، (۱۴۰۹ھ)
- الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، المعجم الاوسط، دار الحرمین، القاہرۃ، (س ن)
- ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، (۱۳۷۵ھ)
- الزرقانی، محمد بن عبد الباقی، ابو عبد اللہ، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، (۱۴۱۷ھ)
- القسطلانی، احمد بن محمد، المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیۃ، المکتبۃ التوفیقیۃ، مصر، (س ن)
- الاصبہانی، احمد بن عبد اللہ، ابو نعیم، دار النفائس، بیروت، (۱۴۰۶ھ)
- الشامی، محمد بن یوسف، سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، دار الکتب

العلمیہ، بیروت، (۱۴۱۴ھ)
❀ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسی، سنن الترمذی، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دارالغراب الاسلامی، بیروت، (۱۹۹۸م)
❀ ابن الاثیر، علی بن ابی الکرم، اسد الغابۃ، دارالفکر، بیروت، (۱۴۰۹ھ)
❀ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنھایہ، داراحیاء التراث العربی، ط۔۱، (۱۴۰۸ھ)
❀ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، السیرۃ النبویۃ، دار المعرفۃ، بیروت، (۱۳۹۵ھ)
❀ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السنن، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، (س ن)
❀ الہیثمی، علی بن ابو بکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، مکتبۃ القدسی، قاہرۃ، (۱۴۱۴ھ)
❀ الزبیر بن بکار، المنتخب من کتاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط۔۱، (۱۴۰۳ھ)
❀ احمد بن حنبل، ابوعبداللہ، المسند، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، (۱۴۲۱ھ)
❀ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۔۱، (۱۴۱۵ھ)
❀ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط۔۱، (۱۴۱۰ھ)
❀ احمد بن محمد بن ابراہیم، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، داراحیاء التراث

العربی، بیروت، ط۔ا، (۱۴۲۲ھ)

❀ القرطبی، یوسف بن عبداللہ، ابوعمر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دار الجیل، بیروت، (۱۴۱۲ھ)

❀ السھیلی، عبدالرحمن بن عبداللہ، ابوالقاسم، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، (۱۴۲۱ھ)

❀ الحاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، باب ذکر اسلام حمزۃ بن عبد المطلب، دارالکتب العلمیہ، بیروت، (۱۴۱۱ھ)

❀ البیھقی، احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ، باب ما جاء فی رؤیۃ عمران بن حصین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، (۱۴۰۵ھ)

❀ النسائی، احمد بن شعیب، السنن، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، ط۔ ۲، (۱۴۰۶)

❀ جلال الدین سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، دارالفکر، بیروت، (س ن)

❀ حسین بن محمد، تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس، دار صادر، بیروت، (س،ن)

❀ شاہ ولی اللہ، فیوض الحرمین (تینتیسواں مشاہدہ)، دہلی: مطبع مجتبائی، (س ن)

❀ صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، دارالھلال، بیروت، (س ن)

- عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، مترجم: غلام معین الدین نعیمی، شبیر برادرز، لاہور، (۲۰۰۴ء)
- علی بن ابراہیم الحلبی، ابو [illegible]ن، السیرۃ الحلبیۃ: انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط۔ ۲، (۱۴۲۷ھ)
- علی بن حسام الدین، کنز العمال، مؤسسۃ الرسالۃ، ط۔ ۵، (۱۴۰۱ھ)
- فخر الدین رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط۔ ۳، (۱۴۲۰ھ)
- مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، (س ن)
- معمر بن ابی عمرو راشد، الجامع معمر بن راشد، باب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، المجلس العالمی، پاکستان، ط۔ ۲، (۱۴۰۳ھ)

فارسی کتب

- علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، اسرار خودی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ط۔ ۲، (۱۹۷۵ء)
- علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، رموز بے خودی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ط۔ ۲، (۱۹۷۵ء)
- علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، ارمغان حجاز، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ط۔ ۲، (۱۹۷۵ء)
- علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، زبور عجم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ط۔ ۲، (۱۹۷۵ء)

❀ علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، جاوید نامہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ط۔ ۲، (۱۹۷۵ء)

اُردو کتب

❀ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، مترجم: غلام معین الدین نعیمی، شبیر برادرز، لاہور، (۲۰۰۴ء)

❀ محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، (۱۴۲۰ھ)

❀ مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی، مکتوبات، مترجم: عالم دین نقشبندی، لاہور، مکتبہ اللہ ھو والے، (۱۹۶۰ء)

❀ حکیم عبدالمجید سوہدروی، سیرتِ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، مسلم پبلیکیشنز، لاہور، (۲۰۱۵ء)

❀ محمد حسن، فیوضاتِ حسنیہ، مکتبہ حسنیہ مجددیہ، سواگ شریف، (س،ن)

❀ محمد عظیم حاصلپوری، خاندانِ نبوت کا تعارف، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، (۲۰۱۶ء)

❀ مفتی محمد خان قادری، ایمان والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حجاز پبلی کیشنز، لاہور، (۲۰۱۲ء)

❀ طالب ہاشمی، تذکار صالحات، البدر پبلی کیشنز، لاہور، (۲۰۰۸ء)

❀ سید محمد سعید الحسن شاہ، خاندان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نوریہ رضویہ پبلیکیشنز، لاہور، (۲۰۰۵ء)

❀ عائشہ صدیقہ، عقیدت گاہ امینۃ الحق، البرہان انٹرنیشنل پبلشرز، فیصل آباد، (س،ن)

- علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، بانگِ درا (مشمولہ کلیات اقبال)، مکتبۂ جمال کرم، لاہور، (۲۰۱۲ء)
- علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، بال [illegible] ب (مشمولہ کلیات اقبال)، مکتبۂ جمال کرم، لاہور، (۲۰۱۲ء)
- علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، ضربِ کلیم، (مشمولہ کلیات اقبال)، مکتبۂ جمال کرم، لاہور، (۲۰۱۲ء)
- علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر، ارمغانِ حجاز (مشمولہ کلیات اقبال)، مکتبۂ جمال، لاہور، (۲۰۱۲ء)

ڈاکٹر سعید احمد سعیدی کی مایہ ناز کتب

شاہ ولی اللہ

کے منہجِ تطبیق کی عصری معنویت

(فقہی اختلافات کے تناظر میں)

❀

مصنّف

ڈاکٹر سعید احمد سعیدی

ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

کے منہجِ تطبیق کی عصری معنویت

(فقہی اختلافات کے تناظر میں)

❀

مصنّف

ڈاکٹر سعید احمد سعیدی

ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور

اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم سے عقیدت ومحبت جزوِ ایمان اور مدارِ شفاعت ونجات ہے۔ اہلِ علم اصحاب اور صاحبانِ فکر ونظر نے ان نفوسِ قدسیہ کے فضائل اور احوال وآثار پر خوب دادِ تحقیق وتالیف دی ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے استادگرامی قدر جناب ڈاکٹر سعید احمد سعیدی کی زیرِ نظر کتاب اردو میں موجود اس بابرکت سرمایۂ علم وارادت میں لائقِ تحسین اضافہ ہے۔ کتاب کا مواد معتبر ومستند ہے اور اس کی جمع آوری میں مختلف زبانوں کے اہم مآخذ ومراجع پیشِ نظر رکھے گئے ہیں۔ احوال وواقعات کی ترتیب اور پیش کش کا دل پذیر انداز بھی محققانہ ہے، حوالہ جات کے اہتمامِ اندراج نے اس کی اہمیت وافادیت دوچند کردی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی، پرنسپل اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

علوم اسلامیہ کے نوجوان محقق ڈاکٹر سعید احمد سعیدی کی کتاب ''خاندان نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں انتہائی مفید معلومات سلیس انداز میں یکجا کردی گئی ہیں۔ ابواب بندی بامقصد اور اس مقدس گھرانے کے ایک ایک پہلو کی منظرکشی کرنے پر مشتمل ہے۔ ہر باب کے مندرجات حسنِ ترتیب کا مرقع اور مسلّم مراجع سیرت وتاریخ کے حوالہ جات سے مزین ہیں۔ کہیں کہیں فضائل کی روایات کے اندراج نے کتاب کو مزید جاذب بنا دیا ہے۔ ایک پڑھے لکھے مسلمان کے لیے یہ کتاب تعلق بالرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عمدہ ذریعہ ثابت ہوسکتی ہے۔

ڈاکٹر اکرام الحق، سیکرٹری اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد پاکستان

کسی بھی موضوع کی تشکیل نو اور بازسازی کا عمل بہت مشکل ہوتا ہے۔ اولاً اس میں قدم رکھنا ہی بڑے حوصلے اور بلند ہمتی کا کام ہے اور ثانیاً نوآوری وحرف گفتنی کی گنجائش پیدا کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ حرف بسیار گفتہ میں تاثیر لانا اور حلاوت کا جادو جگانا، خون جگر اور مہارت سخن کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کام کے لیے دعاؤں اور تائید ایزدی کے ساتھ ساتھ محبتوں اور عقیدتوں سے لبریز دل کی ضرورت ہے اور ڈاکٹر سعید احمد سعیدی کو ان انعامات خاص سے سرفراز کیا گیا ہے۔ تبھی تو انہیں خانوادۂ مبارک پر لکھنے کا ارادۂ سعد عطا ہوا۔ سعیدی صاحب نے اختصار کے ساتھ ساتھ انتخاب واہمیت کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حسن ترتیب وتنظیم کو استثنائی حد تک ہر طبقہ وطریقۂ فکر کے لیے پسندیدگی کے درجات علوی تک پہنچادیا ہے اور اس کی بنیادی وجہ دینی علوم کی تعلیم ومہارت کے ہمراہ ادب وشعر کے ساتھ ان کا واسطہ ومیلان ہے جو ان کے مختلف تحقیقی مقالات اور دیگر تحریروں میں نظر آتا ہے۔ مذکورہ کتاب کے آخری ابواب میں اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے احوال ودرجات کو جس عقیدت واحترام کے ساتھ رقم کیا گیا ہے، اس سے اہل ایمان کے دل انبساط ومسرت سے سرشار ہوگئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اقبال شاہد، صدر شعبہ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور

برادر محترم ڈاکٹر سعید احمد سعیدی بلاشبہ حب رسول، اہل بیت اطہار سے محبت اور عقیدت واحترام کے جذبہ سے سرشار ہیں جس کی جھلک آپ کی خوبصورت تصنیف ''خاندان نبوت'' کے اسلوب سے نمایاں ہے۔ اگر فنی اعتبار سے کتاب کا جائزہ لیں تو موصوف کی تحریر پر کمال قدرت اور تبویب وتفصیل پر ماہرانہ دسترس کا مشاہدہ واضح طور سے کیا جاسکتا ہے۔ اسلوب بیاں بہت سادہ، دلنشیں اور سہل ممتنع کا مظہر ہے۔ تحقیق کے میدان میں مصادرِ اصلیہ بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، فاضل محقق نے اس سلسلہ میں بھی بڑی محنت کرکے مستند کتابوں اور مصادر اصلیہ سے حوالہ جات لیے ہیں اور ہر کتاب کے مواد کو اس سلسلہ میں ہر طرح کی کوتاہی سے محفوظ رکھا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر راحیلہ خالد، چیئرپرسن ڈیپارٹمنٹ آف عریبک، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

صبح نور پبلی کیشنز
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 042-37350476
بالمقابل القمر ہاسٹل، بھیرہ 0321-4771504
facebook.com/subhenoorbookbank
Email: subhenoorpublications@gmail.com
Khandan-E-Nabuwwat
Rs. 900/-